مفتی اعظم ہند

کے

دو فقہی رسالے

کف المومنات عن حضور الجماعات
صلوٰۃ الصالحات

از

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ ۱۳۷۲ھ
مفتی اعظم ہند و صدر جمعیۃ علماء ہند

تحقیق وتخریج

مفتی سعید الظفر قاسمی
مفتی استاذ حدیث جامعہ اشرفیہ روضۃ العلوم، ٹانڈہ
سابق معین مدرس دارالعلوم دیوبند

مفتی اعظم ہند

کے

دو فقہی رسالے

کف المومنات عن حضور الجماعات

صلوٰۃ الصالحات

از

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ ۱۳۷۲ھ

مفتی اعظم ہند و صدر جمعیۃ علماء ہند

تحقیق و تخریج

مفتی سعید الظفر قاسمی

مفتی جامعہ اشرفیہ روضۃ العلوم ٹانڈہ

سابق معین مدرس دار العلوم دیوبند

ناشر

دار الترجمۃ والتحقیق

ٹنڈولہ، ٹانڈہ، رامپور

تفصیلات

اشاعت ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۰۲۳ء

نام کتاب : مفتی اعظم ہند کے دو فقہی رسالے

(۱) کف المومنات عن حضور الجماعات

(۲) صلوۃ الصالحات

نام مؤلف : مفتی کفایت اللہ دہلویؒ مفتی اعظم ہند و سابق صدر جمعیۃ علماء ہند

تحقیق و تخریج : مفتی سعید الظفر قاسمی مفتی جامعہ اشرفیہ روضۃ العلوم ٹانڈہ

وسابق معین مدرس دارالعلوم دیوبند

زیر اہتمام : ارحم سعید سلمہ

صفحات : ۱۳۶

ناشر : دارالترجمۃ والتحقیق ٹانڈہ

ملنے کا پتہ

دارالترجمۃ والتحقیق

ٹنڈولہ، ٹانڈہ، رامپور یوپی۔ 9012454047 91+

مفتی اعظم ہند

کے

دو فقہی رسالے

کف المومنات عن حضور الجماعات

صلوۃ الصالحات

انتساب

- مفتی اعظم ہند حضرت مفتی کفایت اللہؒ کے نام
  جن کی علمی وسیاسی سمجھ بوجھ سے امت نے خوب رہنمائی حاصل کی
- تمام اساتذہ کرام کے نام
  جن کی تعلیم وتربیت کی وجہ سے احقر اس لائق ہوا
- والدین محترمین کے نام
  جن کی دعاؤں اور توجہ سے علمی کام کی ہمت ہوتی ہے

سعید الظفر قاسمی

فہرست عناوین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی دامت برکاتہم
مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

شعبان ۱۳۴۲ھ میں ایک صاحب نے مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب شاہ جہاں پوریؒ کی خدمت میں ایک استفتاء پیش کیا، جس میں عورتوں کے مجالس وعظ میں شرکت سے متعلق سوال تھا۔ حضرت مفتی صاحب نے اصول فتوی کی روشنی میں استفتاء کا مفصل جواب کتب فقہ وفتاوی اور آثار واحادیث کی روشنی میں مرتب فرمایا۔ یہ سوال و جواب کفایت المفتی میں بھی شائع شدہ ہے اور مستقل رسالہ کی شکل میں بھی ''کف المؤمنات عن حضور الجماعات'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے، اس فتوی میں عورتوں کے مجالس وعظ میں شرکت کے ساتھ نماز باجماعت میں شرکت کا حکم بھی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں کسی جماعت کا رد مقصود نہیں تھا، لیکن کسی غیر مقلد عالم نے بزعم خویش اس کا جواب تحریر کر کے ''عید احمدی'' کے نام سے شائع کر دیا۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ علیہ نے اپنی یکسوئی و علمی شتغال کے باوجود اس تحریر کا مفصل و مدلل جواب تحریر فرمایا اور ''صلاۃ الصالحات'' کے نام سے شائع فرمایا۔ پیش نظر کتاب انہی دونوں رسالوں کی تحقیق وتخریج پر مشتمل ہے، جس میں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ علیہ کی تحریر میں ذکر کردہ عبارات اور روایات وآثار کی تحقیق وتخریج کی گئی ہے، جس سے اہل علم

کے لیے استفادہ اور نفس مسئلہ کے سلسلے میں استدلال آسان ہو گیا ہے۔ کتاب کے مرتب جناب مفتی سعید الظفر صاحب قاسمی اہل علم کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انھوں نے بڑی محنت اور تلاش و جستجو کے ذریعہ ان کی تحقیق و تخریج کر کے ان کی علمی حیثیت کو دو بالا کر دیا۔ اللہ تعالی اس علمی خدمت کو قبول فرمائے اور مؤلف کو مزید علمی خدمات کی توفیق بخشے۔ آمین

ابو القاسم نعمانی غفرلہ
مہتمم دار العلوم دیوبند
۲۳ر شعبان ۱۴۴۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

حضرت مولانا عبدالخالق صاحب مدراسی دامت برکاتہم

استاد حدیث و نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم، امابعد:

مولوی و مفتی سعید الظفر سلمہ کی تازہ کاوش بعنوان ''حضرت مفتی اعظمؒ ہند کے دو فقہی رسالے'' جستہ جستہ دیکھی، موصوف نے بڑی عرق ریزی سے نصوص اور اصولی قواعد وضوابط کی تخریج کی ہے، دراصل عورتوں کو نماز کے لئے مسجد میں آنے کی دعوت دینا پرانے وقت سے امت کے مختلف طبقوں کے درمیان مختلف فیہ رہا ہے۔ ایک جماعت اس کی داعی اور اپنے موقف کی پرزور وکالت کرتی رہی ہے، حضرت مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ دہلویؒ نے اپنے پہلے رسالہ ''کف المومنات عن حضور الجماعات'' میں خروج عن البیت کو بنیاد بنا کر دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ایک سوال کے جواب میں اس مسئلہ کو خوب واضح فرما دیا ہے، اب آگے کسی تحریر کی ضرورت نہیں تھی؛ لیکن ایک مدعی عامل بالحدیث کی اعتراض پر حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنے دوسرے رسالہ ''صلوۃ الصالحات'' میں محض نصوص نقلیہ کی روشنی میں ان کے تمام شبہات کے جوابات بھی تحریر فرما دئے ہیں۔

ایک صدی قبل یہ رسالے تصنیف ہوئے تھے اور کافی مدت سے نایاب تھے، مولوی سعید الظفر سلمہ مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ان کی اشاعت کا ارادہ کیا اور بڑی خوش اسلوبی سے تحقیق وتخریج کی ذمہ داری نبھائی ہے، نیز عنوانات کا اضافہ کر کے رسالوں کو عام فہم سے قریب کر دیا ہے۔ احقر دعا گو ہے کہ اللہ تعالی اس محنت کو قبول عام و خاص عطا فرمائیں اور ہر طرح کی ترقیات سے نوازیں۔ آمین

والسلام

عبدالخالق مدراسی

خادم التدریس دار العلوم دیوبند

۲۳ر شعبان ۱۴۴۴ھ

باسمہ تعالی

پیش لفظ

مسجد میں خواتین کو نماز کے لئے لانے کا مسئلہ قدیم ہے اور متعدد صحابہ اور صحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس سلسلہ میں متعدد روایات مروی ہیں، جن کو ان دونوں رسائل میں حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ نے جمع کر دیا ہے اور اپنی استنباطی قوت سے روایات کی روشنی میں مسئلہ کو واضح فرما دیا ہے۔

اس پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ان روایات میں مساجد سے رک جانے کے لئے تو ترغیبی کلمات ارشاد ہوئے ہیں؛ لیکن مساجد کی حاضری کے لئے نہ حکم ہے، نہ کوئی اشارہ اور نہ ترغیب، ہاں! عدم ممانعت کے عنوان سے اباحت ہے، جس کو اجازت محضہ کہہ سکتے ہیں، وہ بھی شوہر سے اجازت حاصل کرنے کے بعد رات کی تاریکیوں میں شریعت کی طرف سے عورتوں کے لئے اجازت ہے۔ پھر شریعت نے درجات قائم کئے ہیں، پہلے کوٹھری، پھر دالان ،پھر صحن، پھر مسجد خانگی، پھر مسجد جامع، جس میں ہر درجہ اگلے درجہ سے زیادہ باحجاب اور مرد و زن کے اختلاط کو ختم کرنے والا ہے، عقل و مشاہدہ ہے کہ عورت جس قدر حجاب اور اطمنان سے دور ہوتی جائے گی اسی قدر فتنہ کی امید قوی ہوتی جائے گی، شریعت کا اصول ہے کہ ہر چیز جس میں حجاب شدید ہو، وہ خفیف سے افضل ہے، اس مسئلہ میں روایات کا ماحصل یہی ہے۔

قارئین کو دونوں رسالوں کے مطالعہ سے اندازہ ہوگا کہ خواتین کا مسجد کی جماعت میں شامل ہونا، شریعت اسلام کے منشاء کے خلاف ہے، آگے حضرت ابوحمید ساعدیؓ کی بیوی کا واقعہ آ رہا ہے، جنہوں نے مسجد نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے

کے شوق کا اظہار کیا، تو آپ نے ان سے فرمایا:

''تیری کوٹھری کی نماز کمرہ کی نماز سے بہتر ہے اور کمرہ کی نماز صحن کی نماز سے اور صحن کی نماز، محلّہ کی مسجد کی نماز سے اور محلّہ کی مسجد کی نماز میری مسجد کی نماز سے بہتر ہے''(۱)

یہ صحیح ہے کہ دور نبوی میں خواتین مسجد جاتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جماعت میں شریک ہوتی تھیں۔ ان کا مقصد علم دین حاصل کرنا تھا؛ کیونکہ اس دور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہی علم دین سیکھنے کے لئے واحد مرجع تھی، آپ کا معمول تھا کہ بعض نمازوں کے بعد نصائح فرماتے تھے، اور حاضرین انہی ارشادات اور آپ کی نقل و حرکت سے دین سیکھتے تھے پھر وہ دور خیر کا دور تھا، مرد و زن خرافات سے دور تھے؛ چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ بعد ہی عورتوں میں بے راہ روی نمودار ہوئی تو حضرت عائشہؓ نے ان کی حالت دیکھ کر فرمایا:

" لو أدرك رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ما أحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني إسرائيل " (۲)

''اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورتوں کی یہ حرکات ملاحظہ فرماتے جو انہوں نے اب ایجاد کی ہیں تو ان کو مسجدوں سے روک دیتے، جیسے کہ بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں''۔

چند صدی بعد علامہ عینیؒ نے اپنے زمانے کی مصری عورتوں کی بے راہ روی کو شرح ابوداؤد میں تفصیل سے بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

---

(۱) صحیح ابن حبان ۱/۱٦۹، مطبوعه دارابن حزم بیروت

(۲) بخاری، كتاب الأذان، باب خروج النساء إلى المساجد بالليل و الغلس ۱/۲۰۳، رقم الحديث: ۸٦۹، مطبوعه: دارالعلم دیوبند

''ہمارے زمانے کی عورتیں لباس فاخرہ پہن کر اور خوشبو لگا کر مردوں کو اپنی طرف مائل کرتی ہیں اور لباس کے ساتھ ساتھ سر کے بالوں میں بھی عورتوں نے نئے نئے فیشن ایجاد کر لئے ہیں، مردوں کے شانہ بشانہ کھلے منہ بازاروں میں گھومتی رہتی ہیں، حضرت عائشہؓ کا مذکورہ ارشاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے تھوڑے عرصہ بعد کا ہے؛ حالانکہ اس زمانے میں عورتوں کی آزادی اس زمانے کی عورتوں کی آزادی ومنکرات کے مقابلہ میں ہزارواں حصہ بھی نہیں تھی، ذرا غور کیجئے! کہ اگر حضرت عائشہؓ اس زمانے کی عورتوں کی آزادی اور فیشن پرستی دیکھتیں تو کیا حکم لگاتیں؟''(۱)

علامہ عینیؒ اس عبارت میں نویں صدی ہجری کی عورتوں کا حال بیان فرمارہے ہیں اب تو پندرہویں صدی ہے۔ ہمارے زمانے کی عورتوں میں آزادی، بے حیائی، عریانیت اور بے احتیاطی کی انتہاء ہو چکی ہے، پردہ کے نام پر برقعہ رخصت ہو چکا ہے اور اس کی جگہ قسم قسم کے فیشن والے لباس آچکے ہیں کھلے سر اور کھلے منہ بازاروں میں گھومتی ہیں آج اس ماحول میں کچھ لوگ دور نبوی کے بابرکت زمانے سے استدلال کر کے عورتوں کو مسجد میں لانے کے لئے پرزور وکالت کر رہے ہیں۔ عورتیں احتیاط کریں گی، نگاہیں نیچی رکھیں گی، خوشبو اور خوشبو دار میک اپ سے احتراز کریں گی اور فساق و فجار بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں گے، اس کی ضمانت کون دے سکتا ہے؟۔

بعض روایات میں صحابہ کرامؓ کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد جانے کی اجازت طلب کرے تو وہ اس کو منع نہ کرے، اس ارشاد میں مردوں کو ان کے باطن کی اصلاح کے پیش نظر عورتوں کو روکنے سے منع فرمایا؛ کیونکہ بسا اوقات روکنا ایسی غیرت کی وجہ سے ہوتا ہے جس کا سرچشمہ کبر ونخوت ہے اور یہ اللہ کے نزدیک مبغوض ونا

(۱) شرح سنن ابی داؤد للعینی ۵۸/۳ مطبوعہ: مکتبۃ الرشد ریاض

پسندیدہ ہے، اس غیرت مذمومہ اور اس کے مقتضی سے رسول اللہ نے منع فرمایا اور بعض اوقات عورت کے فتنہ اور معصیت میں پڑ جانے کے ڈر سے غیرت مرد کو روکنے پر آمادہ کرتی ہے اور یہ پسندیدہ ہے، حضرت عائشہؓ کی روایت کا مصداق بھی یہی غیرت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسی تقاضے سے صحابہؓ نے عورتوں کو مسجد جانے سے روکا۔

مسجد کی جماعت میں عورتوں کی شرکت کا مسئلہ قدیم ہے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا؛ لیکن اسلامی تاریخ کے کسی بھی حصہ میں کبھی بحث ومناقشہ کا خاص موضوع نہیں رہا، فقہاء کرام سے جو جزوی اختلافات منقول ہیں ان کے بارے میں امام ابن عبد البرؒ نے اپنی کتاب تمہید میں وضاحت کی ہے:

"أقوالُ الفقهاءِ في هذا الباب متقاربةُ المعنى"(۱)

"اس باب میں فقہاء کے اقوال معنی کے اعتبار سے قریب ہیں"۔

لیکن گزشتہ چند سالوں سے عورتوں کے نماز کے مسئلہ کو مختلف زاویوں سے اور مختلف حوالوں سے اہمیت دی گئی ہے، اور اس موضوع پر ایسی تحریریں اور تعبیرات کا استعمال کیا گیا کہ گویا عورتوں کا پورا دین مسجد کی جماعت میں شرکت کرنا ہی ہو، شریعت اسلامیہ کی یہ ترجمانی منہج نبوت اور ذوق شریعت سے بالکل مختلف ہے۔

قارئین کے سامنے "مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے دوفقہی رسالے"، تحقیق وتخریج کے بعد پیش کئے جارہے ہیں، یہ دونوں رسالے ایک صدی قبل تصنیف کئے گئے تھے، ان میں حضرت نے مسئلہ کے ہر پہلو کو دلائل کی روشنی میں واضح کیا ہے، عورتوں کو مسجد لانے کی آج کل جو نئی شکلیں پیش کی جارہی ہیں ان سب کا تجزیہ موجود ہے اور ان کی تردید کی گئی ہے، اس پر جو عقلی اور نقلی اعتراضات ہوئے ہیں یا ہو سکتے ہیں حضرت مفتی صاحب نے ان کے مسکت جوابات مستند حوالہ جات کی روشنی میں تحریر

(۱) التمهيد لابن عبد البر ۱۵/ ۳۶۳، مطبوعه: مؤسسة الفرقان لندن

فرمائے ہیں اور عورت کے لئے "خروج عن البیت" کو ہی فتنہ وفساد کا سبب بتایا ہے کہ عورت کا گھر سے نکلنا ہی مختلف خرافات کو جنم دیتا ہے؛ چنانچہ اس مسلم اصول کو بنیاد بنا کر نماز کے علاوہ دیگر اجتماعات مثلاً جمعہ، عیدین اور مجلس وعظ وغیرہ میں شرکت کا حکم الگ الگ بیان فرمایا ہے۔ اب ان رسائل کی نئی اشاعت کے دو مقصد ہیں:

پہلا مقصد تو وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا کہ عوام وخواص کے سامنے مسئلہ مالہ وما علیہ کے ساتھ سامنے آجائے اور یہ واضح ہو جائے کہ مسئلہ کے حوالہ سے جو ترجمانی کی جارہی ہے وہ مزاج نبوت سے قریب بھی نہیں ہے۔

پہلے رسالہ کا پس منظر یہ ہے کہ ۱۳۳۴ھ میں حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں ایک استفتاء پیش کیا گیا جس میں عورتوں کا مجلس وعظ میں جانے کے بارے میں سوال کیا گیا تھا، حضرت مفتی صاحب نے روایات وآثار سے استدلال کرتے ہوئے فقہ وفتاوی کی روشنی میں جواب مرتب فرمادیا، یہ فتوی ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱۶ء میں "کف المؤمنات عن حضور الجماعات" کے نام سے حاجی عبدالرحمٰن صاحب نے شائع کردیا، اس میں حضرت مفتی صاحب نے نماز پنج گانہ، جمعہ، عیدین، مجالس وعظ اور دیگر اجتماعات میں عورتوں کی شرکت پر سیر حاصل بحث کی ہے اور اس بلا ضرورت نکلنے کی وجہ سے پیدا ہونے والے مفاسد کو کھول کھول کر بیان کیا ہے، نیز رسالہ کے آخر میں وعظ اور واعظین سے متعلق آداب کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ اس میں کسی جماعت کا رد مقصود نہیں تھا لیکن ایک غیر مقلد عالم مولوی عبدالستار کلانوری (جن کے دستیاب حالات آگے آرہے ہیں) بزعم خویش اس کا جواب تحریر کر کے "عید احمدی" کے نام سے شائع کردیا اور اس میں حضرت مفتی صاحب اور متقدمین فقہاء احناف پر حدیث کی مخالفت کا الزام لگایا، حضرت مفتی صاحب نے اس رسالہ "عید احمدی" کی سطحیت کے بارے میں لکھا ہے:

"یہ سب کچھ تو ہوا، لیکن "عید احمدی" کو اول سے آخر تک دیکھئے تو ایک دو

سطریں بھی ایسی نہ ملیں گی، جنہیں کف المؤ منات کے کسی مضمون کا معقول جواب کہا جاسکے اور باوجود دعوائے حدیث دانی احادیث کی خبر نہیں، حدیثوں کے معنی اور مفہوم سے مس نہیں''۔

پھر صلوۃ الصالحات کی تالیف کی وجہ تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اگر چہ عید احمدی کسی اہل علم وفہم کے نزدیک تو قابل التفات بھی نہیں؛ لیکن محض اس خیال سے کہ عوام کو کہیں یہ دھوکا نہ ہوجائے کہ واقعی حنفیہ کا یہ کہنا کہ عورتوں کا نکلنا مکروہ ہے، بے دلیل بات ہے۔ میں نے مناسب سمجھا کہ اس مسئلہ کو اچھی طرح واضح کر دیا جائے اور احادیث نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم اور آثار صحابہ کرامؓ واقوال سلف صالحینؒ سے اس کا پورا ثبوت دیدیا جائے''۔

حضرت مفتی صاحب نے اس جواب کو''صلوۃ الصالحات'' کے نام سے شائع فرمایا۔

ان دونوں رسالوں کے اشاعت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ احقر کے دور حدیث شریف کے سال ۲۳ صفر ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۴ مارچ ۲۰۰۶ء کو انعامی جلسہ میں کچھ کتابیں دی گئیں، جس میں ایک کتاب ''نیک بیبیاں نماز کہاں پڑھیں؟'' تھی، درحقیقت صلاۃ الصالحات کو ہی دار العلوم نے اس نئے نام سے شائع کیا تھا، یہ رسالہ اپنے موضوع پر علمی مواد، آثار و احادیث اور طرز استدلال کی وجہ سے لاثانی تھا اور رسالہ اول کف المؤ منات کے سلسلے میں حاشیہ میں تحریر تھا:

''یہ رسالہ ۱۳۳۴ھ میں طبع ہوا تھا اب بالکل نایاب ہے کتب خانہ دار العلوم دیوبند میں اس کا ایک نسخہ ہے''۔(۱)

اس وقت احقر نے اکابر کے علوم ومعارف کی خدمت کی نیت سے ارادہ کیا تھا کہ کبھی اللہ تعالی نے توفیق دی تو ان دونوں رسالوں کو شائع کرونگا، ان دو وجوہات سے ان کی

(۱) نیك بیبیاں نماز کھاں پڑھیں؟ ۳۱۔

اشاعت کا ارادہ کیا گیا اور اب ''مفتی اعظم ہند کے دو فقہی رسالے'' کے نام سے آپ حضرات کے ہاتھوں میں ہے، تخریج میں چند باتوں کا اہتمام کیا گیا ہے:

۱- دونوں رسالے اپنے دور کے طرز پر مسلسل تحریر کئے گئے تھے چند مقامات پر مرکزی عناوین لگائے گئے تھے، اب اس نئی اشاعت میں عام ذہنوں کے قریب تر بنانے کے لئے ذیلی عناوین قائم کئے گئے ہیں۔

۲- آثار واحادیث کی تخریج کی گئی ہے اور اس میں کتابوں کے مطابع کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

۳- ہر حدیث پر محدثین کے فیصلے کی روشنی میں حکم لگایا گیا ہے۔

۴- مشکل الفاظ اور محاوروں کی اہل زبان کی آراء کی روشنی میں وضاحت کی گئی ہے۔

۵- فقہاء امت کے جن اقوال کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، تلاش کر کے ان کی اصل عبارات کو درج کیا گیا ہے تا کہ قارئین براہ راست استفادہ کرسکیں۔

حوالہ جات کی تلاش میں مولوی یاسر عرفات ندوی سلمہ اللہ تعالی فاضل ندوۃ العلماء لکھنؤ نے تعاون کیا ہے اللہ تعالی ان کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے، حضرت مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولا عبدالخالق مدراسی صاحب دامت برکاتہم نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے دونوں رسالوں کو مختلف مقامات سے ملاحظہ فرمایا اور اپنی تقریظات سے حوصلہ افزائی فرمائی، دعا ہے کہ اللہ تعالی ان حضرات کا سایہ تا دیر باقی رکھے اور ہم کو مزید استفادہ کی توفیق عطا فرمائے، اس موقع پر ہم دیگر معاونین حضرات کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں، اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی ان کو دین ودنیا کی خیر وخوبی سے نوازے۔ اب یہ کتاب آپ حضرات کے ہاتھ میں ہے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ احقر کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ والسلام

سعید الظفر قاسمی

۵؍رمضان ۱۴۴۴ھ

باسمہ تعالیٰ

مولانا و مفتی کفایت اللہ دہلوی مفتی اعظم ہندؒ کے مختصر حالات زندگی

مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کے والد کا نام شیخ عنایت اللہ ابن فیض اللہ ابن خیر اللہ ابن عباد اللہ ہے، یہ سلسلۂ نسب شیخ جمال یمنی سے جا کر ملتا ہے، مفتی صاحب ۱۲۹۲ھ میں شاہجہاں پور کے محلّہ سن زئی میں پیدا ہوئے، قرآن شریف اور ابتدائی تعلیم وطن میں مختلف اساتذہ سے حاصل کی، پھر کچھ کتابیں مدرسہ اعزازیہ شاہ جہاں پور میں پڑھیں، بعد ازاں مدرسہ شاہی مراد آباد میں داخل ہو گئے، وہاں مولانا عبد العلی میرٹھیؒ تلمیذ حضرت نانوتویؒ (۱) اور دوسرے اساتذہ سے پڑھا، آخر میں دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۸۹۷ء میں فارغ التحصیل ہوئے، اور بقول حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ ۱۳۱۵ھ میں فارغ ہوئے جو قاری صاحب کی پیدائش کا سال بھی ہے۔ (۲)

حضرت مفتی صاحبؒ نے مراد آباد اور دار العلوم دیوبند میں غربت کے باوجود

---

(۱) مولانا عبد العلی میرٹھی: عبد اللہ پوری (ضلع میرٹھ) حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں، یوں تو آپ علوم مروجہ میں مہارت رکھتے ہیں، مگر بالخصوص علم ادب میں مشہور ہیں، مدرسہ عربیہ (دیوبند) کے مدرس اول، قائم مقام مولانا محمد مظہر نانوتویؒ کے رہے، بعد ازاں مراد آباد کے مدرسہ شاہی میں مدرس اول ہو گئے۔ (تذکرہ علماء ہندوستان ۲۴۱)

(۲) مضمون جامع الکمالات، مشمولہ: مفتی اعظم ایک مطالعہ۔

طالب علمی کا زمانہ نہایت خودداری سے گزارا، وہ کروشیا سے ٹوپیاں بن کر اس کی آمدنی سے اپنے تمام اخراجات پورے کرتے تھے۔

دارالعلوم سے فراغت کے بعد مفتی صاحب اپنے اولین مربی واستاد مولانا عبیدالحق خاں صاحب مرحوم (۱) کے مدرسہ عین العلم شاہ جہاں پور میں مدرس مقرر ہو گئے، اس زمانے میں انھوں نے فتوی نویسی کا آغاز کیا اور قادنیت کی تردید کیلئے ۱۳۲۱ھ میں ایک ماہنامہ "البرہان" جاری کیا۔

۱۳۲۱ھ کے اواخر میں مولانا عبیدالحق صاحب کے انتقال کے بعد آپ مولانا امین الدین صاحب کے اصرار پر مدرسہ امینیہ دہلی کی مسند صدارت تدریس پر متمکن ہوئے، جس سے تادم واپسیں وابستہ رہے، مفتی صاحب محدث، فقیہ، مفتی، مجاہد اور نکتہ سنج علماء میں سے تھے، حضرت مفتی صاحب کو اپنے استاذ حضرت شیخ الہندؒ سے بڑی ارادت تھی، اس لئے شروع ہی سے آپ سیاسیات میں دلچسپی لینے لگے؛ چنانچہ ۱۹۱۹ء میں آپ نے دوسرے علماء کے ساتھ مل کر جمعیۃ العلماء ہند قائم کی، جس کے ایک طویل مدت تک آپ صدر رہے اور ہمیشہ جمعیت العلماء اور کانگریس کی تحریکوں میں پیش پیش رہے، سیاسی سرگرمیوں کے سلسلے میں آپ کو قید و بند سے بھی دوچار ہونا پڑا، مگر جیل میں بھی آپ کے علمی مشاغل جاری رہتے تھے، چنانچہ ملتان جیل میں مولانا احمد سعید دہلویؒ (۲) نے آپ سے دیوان حماسہ وغیرہ

(۱) مولانا عبیدالحق خاں: افغانستان وطن تھا، حصول تعلیم کے لیے ہندوستان آئے۔ مفتی لطف اللہ صاحب علی گڑھی سے تلمذ تھا اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سے بیعت وارادت کا تعلق تھا۔ ۳۲ برس کی عمر میں ۱۳۲۱ھ میں شاہجہان پور میں وفات پائی۔ ان کے معاصرین اور رفقاء میں مجاہد شہیر مولانا سیف الرحمٰن صاحب اور صدر مفتی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد سہول صاحب بھاگل پوری متوفی ۱۳۶۷ھ تھے۔

(۲) مولانا احمد سعید دہلوی: کی ولادت ۶ ۱۳۰ھ مطابق ۱۸۸۸ء کو دہلی میں ہوئی، مدرسہ امینیہ دہلی میں تعلیم پائی۔ ۱۹۲۰ء سے قومی تحریکات میں حصہ لینا شروع کیا اور آٹھ مرتبہ جیل گئے۔ خوش بیان مقرر تھے اور سحبان الہند کہلاتے تھے۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ کی وفات کے بعد جمعیت العلماء ہند کے ←

کتابیں پڑھیں۔ اور ہندوستان کے مشہور لیڈر لالہ دیش بندھو (۱) نے آپ سے فارسی پڑھی، حضرت مفتی صاحب نے ایک مرتبہ حجاز اور دوسری بار مصر کے اجتماعات میں ہندوستان کے مسلمانوں کی نمائندگی کے فرائض انجام دیئے، حضرت مفتی صاحب کا سب سے بڑا کارنامہ مدرسہ امینیہ دہلی ہے، جہاں موصوف نے ۵۲ برس استقامت کے ساتھ مسند درس وافتاء پر بیٹھ کر عوام وخواص کی قابل قدر خدمات انجام دیں اور جس کو آپ نے اپنی جدو جہد سے غیر معمولی ترقی دی کہ ہندوستان کے مشہور دینی مدارس میں اس کا شمار ہونے لگا۔

حضرت مفتی صاحب ۱۳۵۵ھ سے ۱۳۷۲ھ تک دارالعلوم کی مجلس شوری کے رکن رہے، آخر میں ملک کے تباہ کن حالات نے آپ کو بہت زیادہ افسردہ کر دیا تھا، چند ماہ کی طویل علالت کے بعد ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ مطابق ۳۱ دسمبر ۱۹۵۲ء کی شب کو اپنے گھر کوچہ چیلاں دہلی میں عازم ملک بقا ہوگئے۔

دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوری کے اراکین نے حضرت مفتی صاحب کی وفات پر ان الفاظ میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا:

> ''حضرت مفتی صاحب اپنے علم وفضل تقوی وطہارت اور اخلاق وکمالات کے لحاظ سے طبقہ علماء کی ایک بے نظیر شخصیت تھے، آپ دارالعلوم کے ایک ممتاز فاضل اور اس کی مجلس شوری کے ایک فہیم اور مدبر رکن تھے۔ ان کی وفات ملت اسلامیہ نیز دارالعلوم کے حلقوں کا ایک ایسا خلا ہے جو بظاہر اسباب جلد بھرنے والا نہیں ہے، وہ وقت کے ان چیدہ اور منتخب روزگار علماء میں سے تھے جو بیک

← صدر مقرر ہوئے، اس سے قبل آپ اس جماعت کے ناظم اعلی تھے، دینی اور علمی موضوعات پر تقریباً بیس کتابیں یادگار چھوڑیں، وفات ۴ دسمبر ۱۹۵۹ء کو دہلی میں ہوئی۔

(۱) لالہ دیش بندھو: ان کا اصل نام رتی رام دیش بندھو گپتا ہے، ۱۴ جون ۱۹۰۱ء کو پانی پت میں پیدا ہوئے اور ۲۱ نومبر ۱۹۵۱ء کو کلکتہ کے علاقہ میں انتقال ہوا، لالہ صحافی، مجاہد آزادی اور بعد میں ایم، ایل، اے رہے۔

وقت عالم وفاضل، فقیہ ومحدث ادیب وشاعر، ناظم وناثر، تقی ونقی، غیور ومجاہد اور اسی کے ساتھ ذکاوت وفطانت میں بے مثل تھے، ان کی شخصیت نہ صرف معاصرین میں بلکہ اساتذہ واکابرین میں قابل اعتماد اور لائق بھروسہ تھی، سب ہی اُن کے علم وفضل، اعتدال مزاج اور رعایت حدود کے قائل تھے‘‘(۱)

حضرت مفتی صاحب کو تصنیف وتالیف کا بھی فطری ذوق تھا، کم الفاظ میں بڑی بات کہہ جاتے تھے، آپ کی تصانیف کو اللہ تعالی نے شرف قبولیت سے نوازا ہے، ان کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے:

۱۔ تعلیم الاسلام

تصانیف میں تعلیم الاسلام آپ کی مشہور، مفید اور عند الناس بہت مقبول تصنیف ہے، جو انھوں نے اسلامی مدارس کے بچوں کے لئے نہایت سلیس اردو زبان میں بطور سوال وجواب چار حصوں میں لکھی ہے، یہ کتاب اتنی مقبول ہوئی ہے، کہ انگریزی اور ہندی میں بھی اس کا ترجمہ ہو چکا ہے، اور ہند وبیرون ہند میں رائج ہے۔

۲۔ کف المومنات عن حضور الجماعت

حضرت مفتی صاحب کا یہ رسالہ مجالس وعظ اور اجتماعات جمعات وعیدین میں خواتین کی شرکت کے کراہت کے کے فتوے پر مشتمل ہے۔

۳۔ صلوۃ الصالحات

کف المومنات پر مولوی عبد الستار کلانوری کی تنقید میں ناقد کے مغالطات کے دفع

---

(۱) تاریخ دار العلوم ۲/ ۷۹۔

وتردید میں یہ رسالہ تصنیف فرمایا۔

۴۔ النفائس المرغوبه فی حکم الدعاء بعد المکتوبه

یہ ایک فتوی سنن ونوافل کے بعد اجتماعی دعا کے مسئلے میں ہے۔ پہلی بار ۱۹۱۶ء میں اور دوسری بار ۱۹۳۱ء میں بعدہ ہندوستان اور پاکستان میں مختلف لوگوں نے اسے متعدد بار چھاپا۔

۵۔ الصحائف المرفوعه فی جواب للطائف المطبوعه

النفائس المرغوبه پر ایک تنقید کے تسامحات کی نشان دہی اور بعض مغالطات کے رد میں تصنیف فرمائی اور النفائس کی دوسری اشاعت میں یہ رسالہ بھی اس کے ساتھ ہی شامل کر دیا گیا ہے۔

۶۔ مجموعہ رسائل مفیدہ ومبارکہ

یہ اس مجموعہ رسائل کا نام نہیں۔ مجموعہ کے سرورق پر یہ نام اس طرح درج ہے۔

دلیل الخیرات فی ترک المنکرات

خیر الصلات فی حکم الدعاء للاموات

میت کی نماز جنازہ کے بعد مختلف مواقع پر اجتماعی دعا کے مسئلہ میں متعدد اشخاص اور اداروں کی طرف سے یہ مجموعہ شائع ہوتا رہا ہے۔ اب یہ کفایت المفتی کے کتاب الجنائز میں شامل ہے۔

۷۔ البیان الکافی

رویت ہلال رمضان وعیدین کے بارے میں حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے فتاوی کا مجموعہ جس کو مولانا حکیم ابراہیم راندیؒ نے مرتب کیا۔

۸۔ قنوت نازلہ اوراس کے متعلق مسائل

سولہ صفحے کا ایک رسالہ ہے جو ۱۹۲۰ء میں طبع ہوا۔

۹۔ اصول اسلام

اسلامی عقائد و عبادات کے بیان میں یہ رسالہ ہےاور جواہرالایمان کے نام سے بھی شائع ہوا ہے۔

۱۰۔ اتمام المقال فی بعض احکام المثال

نیل الشفا بنعل المصطفی کے نام سے مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک فتوی نعل نبوی کے عکس سے تبرک وتوسل کے جواز میں دیا تھا۔ حضرت مفتی اعظمؒ نے اس سے اختلاف کیا، حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے مراسلت کے بعد اس سے رجوع کرلیا تھا، یہ کتابچہ اس مسئلے کی تفصیل ومباحث میں ہے۔

۱۱۔ کفایت المفتی

حضرت مفتی اعظم کے ہزاروں فتاوی کا مجموعہ ہے، جس میں ایمان وعقائد اور عبادات سے لے کر بہ شمول سیاسیات میں اسلامی زندگی کے پچاسوں گوشوں سے متعلق شریعت اسلامیہ کی رہنمائی کی گئی ہے، اب تحقیق وتخریج کے چودہ جلدوں میں شائع ہوا ہے۔

۱۲۔ اردو قاعدہ

یہ تعلیم الاسلام سے پہلے اُردو سکھانے کے لیے قاعدہ ہے۔ اس کی تعلیم کے بعد تعلیم الاسلام حصہ اول کو سمجھنے کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔

رسالہ (۱)

کف المومنات
عن حضور الجماعات

"وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّةِ الْاُوْلٰی
وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِیْنَ الزَّکٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ،
اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ
یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا". [الاحزاب:۳۳]

''اور اپنے گھروں میں قرار کے ساتھ رہو، اور (غیر مردوں کو) بناؤ سنگھار دکھاتی نہ پھرو، جیسا کہ پہلی بار جاہلیت میں دکھایا جاتا تھا، اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ ادا کرو، اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو۔ اے نبی کے اہل بیت! (گھر والو) اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور رکھے، اور تمہیں ایسی پاکیزگی عطا کرے جو ہر طرح مکمل ہو''۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استفتاء

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ:

۱- عورتوں کا مجلس وعظ میں جانا جائز ہے یا نہیں؟ بالخصوص ایسے جلسوں میں جن میں خوش الحانی سے اشعار پڑھے جاتے ہوں اور مجمع میں ہر قسم کے لوگ موجود ہوں۔

۲- اور اگر عورتوں کے لئے ایسے موقعوں پر جداگانہ پردے کا بندوبست کر دیا جائے تو آیا اس کا کچھ اثر جواز و عدم جواز میں ہوگا نہیں؟

۳- اور یہ کہ عورتوں کو ایسے مجامع میں شریک ہونے سے منع کرنے کا خاوند کو حق حاصل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

جواب

عورتوں کو فقہائے حنفیہ نے نماز کی جماعتوں اور عیدین اور مجالس وعظ میں جانے سے منع کیا ہے (۱) اور کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے کہ عورتوں کے لئے مجالس وعظ اور

(۱) ویکره حضورهن الجماعة ولو لجمعة وعيد ووعظ (مطلقاً) (على المذهب) المفتى به لفساد الزمان (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب إذا صلى الشافعي قبل الحنفي هل الأفضل الصلاة مع الشافعي أم لا؟ ۳/ ۵۴۹، مطبوعه: اتحاد ديوبند ۲/۷۰۳۔ ←

جماعت نماز اور عیدین میں جانا مکروہ تحریمی ہے، جو حرام کے قریب ہے(۱)۔

حضرت عائشہؓ کی روایت

اور اس حکم فقہی کی دلیل یہ حدیث ہے جو بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے:

”عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت: لو أدرك رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ما أحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني إسرائيل، قلت: لعمرة: أو منعن؟ قالت: نعم“ (۲)

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ: اگر عورتوں کی یہ حرکات جو انہوں نے اب اختیار کی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے تو انہیں مسجدوں میں آنے سے روک دیتے، جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے

➔ والفتوى اليوم على الكراهة فى الصلوات كلها لظهور الفساد (بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب ماجاء فى خروج النساء إلى المسجد ٣/ ٤١٧،مطبوعه: مركز ابى الحسن الندوى)

ولايحضرن الجماعات لما فيه من الفتنة قوله ولا يحضرن الجماعات؛ لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”صلاة المرأة فى بيتها أفضل من صلاتها فى حجرتها“.(حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصلاة، ص: ٢٠٣،مطبوعه: دارالكتاب ديوبند)

(۱) وعلى المكروه تحريما: وهو ما كان إلى الحرام أقرب، ويسميه محمد حراما ظنيا. (حاشية ابن عابدين ١/ ٤٣٨، مطبوعه: اتحاد ديوبند)

(۲) بخارى، كتاب الأذان، باب خروج النساء إلى المساجد بالليل ١/ ٢٠٣،رقم الحديث: ٨٦٩،مطبوعه: دارالعلم ديوبند

عمرہ سے پوچھا کہ کیا بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں؟ انہوں نے فرمایا، ہاں!'' انتھی۔

اس حدیث سے نہایت صاف طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے زمانے میں ہی عورتوں کی حالت ایسی ہوگئی تھی کہ ان کا گھروں سے نکلنا اور جماعتوں میں جانا سب فتنہ تھا اور اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و دیگر اکابر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین عورتوں کو جماعت میں آنے سے منع کرتے تھے۔

زمانہ رسالت میں عورتیں عیدین کے لئے نکلتی تھیں

علامہ عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں اس حدیث کے تحت میں، جس میں عورتوں کا زمانہ رسالت پناہی میں عیدین میں جانا مذکور ہے، تحریر فرماتے ہیں:

"وقال العلماء: كان هذا في زمنه صلى الله تعالى عليه وسلم، وأما اليوم فلا تخرج الشابة ذات الهيئة، ولهذا قالت عائشة رضي الله تعالى عنها: لو رأى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ما أحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني إسرائيل، قلت هذا الكلام من عائشة -رضي الله تعالى عنها بعد زمن يسير جدا بعد النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، وأما اليوم فنعوذ بالله من ذلك فلا يرخص في خروجهن مطلقاً للعيد و غيره". (۱)

یعنی: ''علماء نے فرمایا: کہ عورتوں کا عیدین میں جانا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں اس لئے تھا کہ وہ زمانہ خیر و برکت کا تھا اور فتنہ کا خوف نہ تھا

(۱) عمدة القاری، كتاب الحيض، باب ترك الحائض الصوم ۲۷۲/۳، مطبوعه: دار احياء التراث العربی بيروت

اور آج کل جوان عورتیں، خوبصورت، خوش وضع ہرگز نہ جائیں۔ اور اسی لئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: کہ ’’اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عورتوں کی یہ حرکات ملاحظہ فرماتے تو ان کو مسجد میں آنے سے روک دیتے جیسا بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں‘‘۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ فرمانا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک کے بہت تھوڑے دنوں بعد کا ہے اور آج کل تو خدا کی پناہ، پس مطلقاً عورتوں کو عید اور غیر عید میں جانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی‘‘۔ انتہی۔

عورتوں کا گھر سے نکلنا موجب فتنہ ہے

(من المؤلف) جب کہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے میں یہ فرماتے ہیں: (۱) کہ آج کل کی عورتوں کے حالات سے خدا کی پناہ! تو پھر ہمارے اس زمانے چودھویں صدی کی عورتوں کا تو ذکر ہی کیا ہے؟ اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری میں دوسری جگہ فرماتے ہیں:

---

(۱) علامہ عینی نے اپنے زمانے کی مصری عورتوں کے احوال کو شرح ابوداؤد میں تفصیل سے بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

’’ہمارے زمانے کی عورتیں لباس فاخرہ پہن کر اور خوشبو لگا کر مردوں کو اپنی طرف مائل کرتی ہیں اور لباس کے ساتھ ساتھ سر کے بالوں میں بھی عورتوں نے نئے نئے فیشن ایجاد کر لئے ہیں، مردوں کے شانہ بشانہ کھلے منہ بازاروں میں گھومتی رہتی ہیں، حضرت عائشہؓ کا مذکورہ ارشاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے تھوڑے عرصہ بعد کا ہے؛ حالانکہ اس زمانے میں عورتوں کی آزادی اس زمانے کی عورتوں کی آزادی ومنکرات کے مقابلہ میں ہزارواں حصہ بھی نہیں تھی، ذرا غور کیجئے! کہ اگر حضرت عائشہؓ اس زمانے کی عورتوں کی آزادی اور فیشن پرستی دیکھتیں تو کیا حکم لگاتیں؟‘‘ (شرح سنن ابی داوٗد للعینی ۵۸/۳ مطبوعہ: مکتبۃ الرشد ریاض)

”و مـذهـب أصحابنا فی هذا الباب ماذكره صاحب (البدائع):“ أجـمـعـوا علی أنه لا يرخص للشواب منهن الخروج فی العيدين والجمعة وشیء من الصلاة؛ لقوله تعالی: وقرن فی بيوتكن “ (۱) ” ولأن خـروجهـن سبـب لـلفتنة، وأما العجائز فيرخص لهن الـخـروج فـی العيدين، ولا خلاف أن الأفضل أن لا يخرجن فی صلاة“ (۲)

ترجمہ: ”ہمارے اصحاب یعنی علمائے حنفیہ کا مذہب وہ ہے جو صاحب بدائع نے ذکر کیا ہے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جوان عورت کو عیدین اور جمعہ؛ بلکہ کسی نماز میں جانے کی اجازت نہیں، بوجہ ارشاد باری تعالی: ”وقرن فی بیوتکن“ کے۔

اور اس لئے کہ عورتوں کا گھروں سے نکلنا فتنہ کا سبب ہے، ہاں بوڑھیاں عیدین کے لئے جاسکتی ہیں اور اس میں خلاف نہیں کہ افضل بوڑھیوں کے لئے بھی یہی ہے کہ کسی نماز کے لئے نہ نکلیں“۔انتہی

حضرت عمرؓ نے منع فرمادیا

”ولا يبـاح للشواب منهن الخروج إلی جماعة بدليل ماروی عن عـمـر رضـی الـله تعالی عنه: " أنـه نـهـی الشواب عن الخروج؛ ولأن خـروجهـن إلـی الـجـماعة سبب الفتنة، والفتنة حرام، وما

(۱) بـدائـع الـصـنـائـع، كـتـاب الـصـلاة، فـصـل صلوة العيدين،فصل فی شرائط وجوبها ۲۳۷/۲ ،مطبوعه: دارالمعارف ديوبند

(۲) عمدة القاری، كتاب الحيض، باب ترك الحائض الصوم ۲۷۲/۳ ،مطبوعه: دار احياء التراث العربی بيروت

أدى إلى الحرام فهو حرام" (۱)

"یعنی جوان عورتوں کا جماعتوں میں جانا مباح نہیں، اس روایت کی دلیل سے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: کہ انہوں نے جوان عورتوں کو نکلنے سے منع فرما دیا تھا اور اس لئے کہ عورتوں کا گھروں سے نکلنا فتنہ کا سبب ہے اور فتنہ حرام ہے اور جو چیز فتنہ کی طرف پہنچائے وہ بھی حرام ہوتی ہے"۔ انتہی۔

نماز کے لئے گھر سے نکلنا مکروہ تحریمی ہے

اور فتاوی ہندیہ معروف بہ فتاوی عالمگیری میں ہے:

" والفتوى اليوم على الكراهة في كل الصلوات، لظهور الفساد كذا في الكافي"(۲) .

"یعنی اس زمانے میں فتویٰ اس پر ہے کہ عورتوں کا تمام نمازوں میں جانا مکروہ ہے؛ کیونکہ ظہور فساد کا زمانہ ہے"۔

"وأما المرأة؛ فلأنها مشغولة بخدمة الزوج ممنوعة عن الخروج إلى محافل الرجال؛ لكون الخروج سبباً للفتنة، ولهذا لا جماعة عليهن ولا جمعة عليهن أيضاً"(۳)

"یعنی عورت کا حکم یہ ہے کہ وہ خاوند کی خدمت میں (شرعاً) لگائی گئی ہے اور

---

(۱) بدائع الصنائع كتاب الصلاة، فصل في بيان من يصلح للإمامة ۱/۴۹۳، مطبوعه: دار المعارف ديوبند

(۲) الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس، الفصل الخامس: ۲/۸۹، مطبوعه: اتحاد ديوبند

(۳) بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان شرائط الجمعة، ۲/۱۸۹، مطبوعه: دار المعارف ديوبند

مردوں کی مجلسوں میں جانے سے (شرعاً) روکی گئی ہے، کیونکہ عورتوں کا گھروں سے نکلنا فتنہ کا سبب ہے اور اسی لئے عورتوں پر جماعت اور جمعہ نہیں"۔

صحابہؓ اور تابعینؒ کی رائے

(من المؤلف) ان تمام عبارتوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورتوں کو نماز پنجگانہ، عیدین اور جمعہ کی جماعتوں میں جانا مکروہ تحریمی ہے اور گھروں سے ان کے نکلنے میں ہی فتنہ ہے۔ اور یہ ممانعت حضرت عمر(۱)، حضرت عائشہ(۲)، عروۃ بن الزبیر(۳)، قاسم(۴) رضی اللہ تعالیٰ عنہم، یحییٰ بن سعید انصاری(۵)، ....

---

(۱) عن عمر رضي الله تعالى عنه: "أنه نهى الشواب عن الخروج؛ ولأن خروجهن إلى الجماعة سبب الفتنة، والفتنة حرام، وما أدى إلى الحرام فهو حرام" (بدائع الصنائع كتاب الصلاة، فصل في بيان من يصلح للإمامة ١/٤٩٣، مطبوعه: دار المعارف ديوبند

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: لو أدرك رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ما أحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني إسرائيل، قلت: لعمرة: أو منعن؟ قالت: نعم" (بخاری، کتاب الأذان، باب خروج النساء إلى المساجد بالليل ١/٢٠٣، رقم الحديث: ٨٦٩، مطبوعه: دار العلم ديوبند)

(۳) عن هشام بن عروة عن أبيه أنه كان لا يدع امرأة من أهله تخرج إلى (فطر) ولا إلى أضحى (المصنف لابن ابی شيبة ٤/٢٣٤، رقم الحديث: ٥٨٤٦، مطبوعه: ادارة القرآن العلوم الاسلامية كراتشی)

(٤) عبد الرحمن بن القاسم قال: كان القاسم أشد شيء (على العواتق) لا يدعهن يخرجن في الفطر والأضحى (المصنف لابن ابی شيبة ٤/٢٣٥، رقم الحديث: ٥٨٤٧، مطبوعه: ادارة القرآن العلوم الاسلامية كراتشی)

(٥) قال يحيى الأنصاري: لا نعرف خروج المرأة الشابة عندنا في العيدين (الأوسط في السنن والإجماع والاختلاف ٤/٢٦٣، مطبوعه: دار طيبه رياض)

امام مالک(۱)، امام ابو یوسف(۲) رحمہم اللہ تعالی وغیرہم سے منقول ہے اور ائمہ حنفیہ کا بالاتفاق یہی مذہب ہے جیسا کہ عینی اور بدائع کی عبارتوں سے واضح ہے۔

باوجودیکہ نماز پنجگانہ اور عیدین اور جمعہ کی جماعتوں میں رسول خدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے زمانے میں عورتیں جاتی اور شریک ہوتی تھیں اور یہ جماعتیں فرائض کی جماعتیں ہیں اور شعار اسلام میں سے ہیں، مگر اختلاف زمانہ اور تغیر حالات کی وجہ سے صحابہ کرام اور ائمہ عظام نے عورتوں کو ان جماعتوں سے روک دیا اور ائمہ حنفیہ نے بالاتفاق عورتوں کے جماعت میں جانے کو مکروہ فرما دیا(۳)۔ تو اس سے ہر سمجھ دار شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ جب فرائض کی جماعتوں کا یہ حکم ہے تو واعظ کی مجلسوں میں جانا عورتوں کو کسی طرح جائز نہیں ہوسکتا(۴)۔

---

(۱) المالكية قالوا: إن كانت المرأة عجوزاً انقطع منها ارب الرجل جاز لها أن تحضر الجمعة، والا كره لها ذلك، فإن كانت شابة وخيف من حضورها الافتتان بها في طريقها أو في المسجد، فإنه يحرم عليه الحضور دفعاً للفساد(الفقه على المذاهب الاربعة ۱/۳۰۱، مطبوعه: زکریا دیوبند)

(۲) وأما النسوة فهل يرخص لهن أن يخرجن في العيدين أجمعوا على أنه لا يرخص للشواب منهن الخروج في الجمعة والعيدين وشيء من الصلاة.... ولأن خروجهن سبب الفتنة بلا شك، والفتنة حرام، وما أدى إلى الحرام فهو حرام .وأما العجائز فلا خلاف في أنه يرخص لهن الخروج في الفجر والمغرب والعشاء والعيدين، واختلفوا في الظهر والعصر والجمعة قال أبو حنيفة: لا يرخص لهن في ذلك وقال أبو يوسف ومحمد يرخص لهن في ذلك(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ۲/۲۳۷،مطبوعه: دارالمعارف دیوبند)

(۳) والفتوى اليوم على الكراهة في الصلوات كلها لظهور الفساد (بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب ماجاء في خروج النساء إلى المسجد ۳/ ۴۱۷ ،مطبوعه: مرکز ابی الحسن الندوی)

(۴) ومتى كره حضور المسجد للصلاة، فلأن يكره حضور مجالس الوعظ خصوصاً ←

جاہل واعظ کے وعظ میں شرکت

اول تو آج کل وعظ کی اکثر مجلسیں اس قسم کی ہوتی ہیں کہ عورتیں تو عورتیں مردوں کو بھی ان میں جانا جائز نہیں (۱)، اس وجہ سے کہ اکثر واعظ نام کے مولوی ہوتے ہیں، دو چار اردو کی قصے کہانیوں کی کتابیں دیکھیں اور واعظ بن گئے، پھر ان کے وعظ میں سوائے قصے کہانیوں، جھوٹی سچی روایتوں، من گھڑت باتوں کے اور کیا ہوگا؟ سو ایسے وعظ میں کسی کو بھی جانا جائز نہیں۔(۲)

دنیا دار واعظ کے وعظ میں شرکت

اور بعض واعظ مولوی بھی ہیں؛ لیکن چونکہ وعظ سے ان کا مقصد دنیا کمانا ہے اور عوام

← عند هؤلاء الجهال الذين تحلوا بحلية العلماء أولى .(البحر الرائق، باب الإمامة،۱/۶۲۸، مطبوعه: زكريا ديوبند)

(۱) وكذا الواعظ المبتدع يجب منعه ولا يجوز حضور مجلسه إلا على قصد إظهار الرد عليه إما للكافة إن قدر عليه أو لبعض الحاضرين حواليه فإن لم يقدر فلا يجوز سماع البدع (إحياء علوم الدين ۲/۳۳۷، مطبوعه: دارالمعرفة بيروت)

(۲) اذا وسد الامر الى غير اهله فانتظر الساعة (بخارى، كتاب العلم، باب من سئل علماً، رقم الحديث:۵۹

الأمر بالمعروف يحتاج إلى خمسة أشياء، أولها: العلم لأن الجاهل لا يحسن الأمر بالمعروف(الفتاوى الهندية كتاب الكراهية، الباب السابع عشر۶/

التذكير على المنابر للوعظ و الاتعاظ سنة الانبياء و المرسلين (در مختار مع رد المحتار، قبيل باب احياء الوات)

اعمى كيف تداوى اعين الناس اخرس كيف تعلم الناس، جاهل كيف تقيم الدين، من ليس بحاجب كيف يقيم الناس الى باب الملك(الفتح الربانى ،۲۹۳،مجلس ۶۱، مطبوعه: منشورات الجمل)

کوخوش کرنا اور اپنا معتقد بنانا؛ اس لئے وہ بھی عام پسند باتوں کے بیان کرنے میں ہی اپنا فائدہ سمجھتے ہیں اور عوام کوخوش کرنے کے لئے صرف قصے کہانیوں پر وعظ کو ختم کردیتے ہیں، مجلس وعظ کی گرمی کے لئے اولیائے کرام کے کچھ فرضی واقعات سنا دیئے، کچھ بے سند موضوع روایات بیان کردیں اور اپنا الو سیدھا کرلیا، ایسے مولویوں کے وعظ میں بھی جانا مفید نہیں اور کسی مرد و عورت کو ان کے وعظ میں جانا جائز نہیں، چنانچہ اس کی تفصیل آخر میں بطور تتمہ بیان کی جائے گی۔

مجلس وعظ میں عورتوں کی شرکت

رہے صرف وہ معدودے چند علماء جو فی الواقع عالم بھی ہیں اور وعظ سے ان کا مقصود بھی تعلیم دین اور تبلیغ مذہب اور اشاعت اسلام ہے، دنیا طلبی انہیں مقصود نہیں، ان کا وعظ رطب و یابس قصوں، جھوٹی سچی روایتوں سے خالی اور پاک ہوتا ہے تو ایسے وعظ میں صرف مردوں کو حاضر ہونا جائز ہے عورتوں کو نہیں؛ کیونکہ جب فرائض کی جماعتوں میں عورتوں کا جانا مکروہ اور ناجائز ہے تو مجلس وعظ میں جانا بدرجہ اولی مکروہ اور ناجائز ہوگا، چنانچہ فقہائے کرام نے اس کی تصریح فرمادی ہے اور متعدد معتبر فتاوی فقہائے حنفیہ میں یہ مضمون بصراحت موجود ہے جو ناظرین کے اطمینان کے لئے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

”قوله: (ولا يحضرن الجماعات) لقوله تعالى:” وقرن في بيوتكن“(۱)

وقال صلى الله تعالى عليه وسلم: ”صلاتها في قعربيتها أفضل من صلاتها في صحن دارها، وصلاتها في صحن دارها أفضل من صلاتها في مسجدها، وبيوتهن خير لهن....

---

(۱) الأحزاب: (۳۳)

قـال الـمـصـنـف فی الکافی: و الفتوی الیوم علی الکراهیة فی الـصـلاـة کـلـهـا لـظهور الفساد، ومتی کره حضور المسجد لـلـصـلاـة فـلأن یـکره حضور مجالس الوعظ خصوصاً عند هـو لاء الـجـهـال الذین تحلوا بحلیة العلماء أولی، ذکره فخر الإسلام "(۱)

''اور عورتیں جماعتوں میں نہ جائیں، بوجہ ارشاد باری تعالی ''وقرن فی بیوتکن'' کے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ عورت کی نماز کوٹھری کے اندر اس نماز سے اچھی ہے جو گھر کے صحن میں ہو اور صحن کی نماز اس نماز سے اچھی ہے جو مسجد میں ہو اور ان کے گھر ان کے لئے بہتر ہیں، الی قولہ، مصنف یعنی صاحب کنز الدقائق نے کافی میں فرمایا: کہ آج کل فتویٰ اس پر ہے کہ عورتوں کا تمام نمازوں میں جانا مکروہ ہے بوجہ ظہور فساد کے اور جب کہ مسجد میں نماز کے لئے جانا مکروہ ہوا، تو وعظ کی مجلسوں میں جانا اور بالخصوص ان جاہل واعظوں کی مجلسوں میں، جنہوں نے علماء کی سی صورتیں بنا رکھی ہیں، بدرجہ اولی مکروہ ہے۔ یہ فخر الاسلام نے ذکر کیا ہے''۔انتھی۔

مختلف اجتماعات میں عورتوں کی شرکت

اور علامہ بدر الدین عینی شرح کنز میں تحریر فرماتے ہیں:

"(ولا یـحـضـرن) أی: الـنسـاء سـواء کـن شـواب أو عـجـائـز (الـجـمـاعـات) لظهور الفساد، وعند أبی حنیفة رحمه الله تعالی

(۱) البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب الامامة ۱/ ۶۲۷،مطبوعه: زکریا دیوبند

للعجوز أن تخرج فی الفجر والمغرب والعشاء، وعندهما یخرجن فی الکل، وبه قالت الثلاثة، والفتوی الیوم علی المنع فی الکل؛ فلذلك أطلق المصنف: ویدخل فی قوله: الجماعات، الجمع والأعیاد والاستسقاء ومجالس الوعظ ولا سیما عند الجهال الذین تحلوا بحلیة العلماء وقصدهم الشهوات وتحصیل الدنیا"(۱)

''یعنی عورتیں خواہ جوان ہوں یا بوڑھیاں، جماعتوں میں نہ جائیں؛ کیونکہ ظہور فساد کا زمانہ ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے بوڑھیوں کے لئے فجر اور مغرب اور عشاء میں جانے کی اجازت مروی ہے اور صاحبین سے تمام نمازوں میں جانے کی اور اسی کے ائمہ ثلاثہ قائل ہیں اور آج کل فتویٰ اس پر ہے کہ تمام نمازوں میں جانا جوان عورتوں اور بوڑھیوں دونوں کو منع ہے اور مصنف کے قول ''الجماعات'' میں جمعہ اور عیدین اور استسقاء اور وعظ کی مجلسیں بھی داخل ہیں، بالخصوص ان جاہل واعظوں کی مجلسیں جو علماء جیسی صورتیں بنا لیتے ہیں اور مقصود ان کا اپنی خواہشات نفسانی کو پورا کرنا اور دنیا کمانا ہے''۔

اور درمختار میں ہے:

"(ویکره حضور هن الجماعة) ولو لجمعة وعید ووعظ (مطلقاً) ولو عجوزا لیلًا (علی المذهب) المفتی به لفساد الزمان" (۲)

''یعنی عورتوں کا جماعت میں جانا خواہ جماعت جمعہ کی ہو یا عید کی یا وعظ کی

---

(۱) رمز الحقائق للعینی شرح کنز ۶۸/۱، مطبوعه: ادارة القرآن کراچی

(۲) در مختار مع رد المحتار، کتاب الصلوة، باب الامامة ۵۴۹/۳، مطبوعه: اتحاد دیوبند

مکروہ ہے اور خواہ جانے والی بوڑھی عورت ہو اور رات کو جائے مذہب مفتی بہ کی بناء پر اور یہ حکم بوجہ ظہور فساد زمانہ کے ہے''۔ انتھی۔

(من المؤلف) بحر رائق، عینی شرح کنز الدقائق اور در مختار کی عبارتوں سے صراحتاً یہ بات ثابت ہوگی کہ عورتوں کو مجالس وعظ میں جانا مکروہ اور نا جائز ہے اور بالخصوص ایسے واعظوں کی مجلسوں میں جن کا مقصود دنیا کمانا ہو، یعنی اگر واعظ جاہل یا دنیا کمانے والا ہو تو اس کی مجلس میں جانا تو قطعاً نا جائز ہے، اس میں تو کلام ہی نہیں، عالموں اور اچھے واعظوں کی مجلس وعظ میں جانا بھی فساد زمانہ کی وجہ سے مکروہ اور نا جائز ہے، ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالی مرقاۃ شرح مشکوۃ میں تحریر فرماتے ہیں:

”ویمکن حمل النهی علی عجائز متطیبات أو متزینات، أو علی شواب، ولو فی ثیاب بذلتهن لوجود الفتنة فی خروجهن علی قیاس کراهة خروجهن إلی المساجد“(۱)

”یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں کو زیارت قبور سے جو منع فرمایا ہے تو اس ممانعت کو ان بوڑھیوں پر جو خوشبو لگا کر نکلیں یا زینت کر کے نکلیں یا جوان عورتوں پر خواہ وہ معمولی لباس میں نکلیں، محمول کر سکتے ہیں؛ کیونکہ ان کے گھر سے نکلنے میں ہی فتنہ ہے اور یہ ممانعت ان کے مسجدوں میں جانے کی کراہت پر قیاس کی جاتی ہے''۔ انتھی۔

بوڑھی عورتوں کے لئے جماعت میں شرکت کی شرط

(من المؤلف) اس عبارت سے اور اسی طرح پہلی عبارتوں سے یہ بات صاف طور

---

(۱) مرقاة شرح مشكاة، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الثانی ۲/ ٤١٤، مطبوعه: زكريا ديوبند

پر معلوم ہوگئی کہ عورتوں کا گھر سے نکلنا اور جماعتوں میں شریک ہونا موجب فتنہ ہے اور ممانعت کا حکم اس فتنہ سے بچنے کے لئے ہے۔زیارت قبور، جمعہ،عیدین، وعظ، استسقاء سب اسی حکم میں داخل ہیں (۱)۔اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ جوان عورتیں خواہ بناؤ سنگھار کر کے نکلیں یا معمولی حالت میں، بہر حال ان کا نکلنا ناجائز ہے اور اگر چہ بعض روایتوں سے بوڑھیوں کے لئے نماز فجر و مغرب و عشاء میں جانا بشرطیکہ زینت اور بناؤ سنگھار کر کے نہ جائیں، جائز معلوم ہوتا ہے؛ لیکن قول مفتی بہ یہ ہے کہ بوڑھیوں کو جانا بھی جائز نہیں، جیسا کہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح کنز اور در مختار کی عبارت سے بصراحت ثابت ہوتا ہے۔

نعتیہ مجلس میں عورتوں کی شرکت

اور جب کہ ان عوارض کا لحاظ بھی کیا جائے جو سوال میں مذکور ہیں کہ مجلس وعظ میں خوش الحانی سے اشعار پڑھے جاتے ہیں اور مضامین عشقیہ کے اشعار سنائے جاتے ہیں تو ایسے وعظ میں عورتوں کے جانے کا حکم ایسا نہیں ہے، جس میں کسی ذی علم کو کچھ بھی تردد اور تامل ہو سکے۔

”عن أنس رضی الله تعالی عنه قال: كان للنبی صلی الله تعالی علیه وسلم حاد یقال له أنجشة، وكان حسن الصوت، فقال له النبی صلی الله تعالی علیه وسلم: رویدك یا أنجشة لا تكسر القواریر، قال قتادة: یعنی ضعفة النساء" متفق علیه“ (۲)

(۱) ویدخل فی قوله: ”الجماعات ،الجمع والأدعیاء والاستسقاء ومجالس الوعظ (رمز الحقائق للعینی شرح کنز ۱/۶۸، مطبوعه: ادارة القرآن کراچی)

(۲) مشكاة المصابیح، كتاب الآداب، باب البیان والشعر، الفصل الثالث ۴۱۰، مطبوعه: دار الكتاب دیوبند

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ایک حدی خواں تھا(۱)، اس کا نام انجشہ تھا اور وہ خوش آواز تھا تو آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا:'' کہ اے انجشہ ٹھرو، کہیں شیشیاں نہ توڑ دینا''۔قتادہ فرماتے ہیں: کہ شیشیوں سے آپ کی مراد عورتیں ہیں'' انتہی

نعت خواں کو آواز پست کرنے کا حکم

اس پر مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں:

"أمر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أنجشة أن يغض من صوته الحسن وخاف الفتنة عليهن من حداه؛ لأن يقع من قلوبهن موقعاً لضعف عزائمهن وسرعة تأثرهن"(۲)

''یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے انجشہ کو حکم فرمایا: کہ اپنی آواز کو پست کردے اور آپ کو خوف ہوا کہ کہیں یہ عورتوں کے دلوں میں کھب نہ جائے اور

← بخاری، کتاب الادب، باب المعاريض مندوحة عن الكذب، ۲/۹۱۲،رقم الحديث: ۱۱۶۲، مطبوعه: دالعلم ديوبند

مسلم، كتاب الفضائل، باب فی رحمة النبی صلى الله عليه و سلم للنساء الخ ۲/۳۱۱، رقم الحديث: ۶۰۳۵، مطبوعه: دالعلم ديوبند

(۱) حدی خواں: عرب شتربانوں کا نغمہ گنگنانے والا (فیروز اللغات ۵۶۴)

(۲) هامش المشكوة للشيخ عبد الحق دهلوی ،كتاب الآداب، باب البيان والشعر، الفصل الثالث ۴۱۰، مطبوعه: دارالكتاب ديوبند

رويدك رفقا بالقوارير، شبه النساء بها؛ لأنه يسرع إليهن الكسر، وكان أنجشة يحدوينشد القريض والرجز، فلم يأمن أن يصيبهن أو يقع في قلوبهن حداؤه، فنهاه عنه .(مجمع بحار الأنوار، باب القاف مع الراء ۴/۲۴۷، مطبوعه: مجلس دائرة المعارف العثمانية حيدرآباد)

فتنہ واقع ہو؛ کیونکہ عورتوں کا استقلال کمزور ہوتا ہے اوران کے دل میں ایسی باتوں کا اثر بہت جلد ہوتا ہے“۔انتہی۔

عورتوں کا گانا سننا

(من المؤلف) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک خوش آواز شخص کو زور سے شعر پڑھنے سے صرف اس لئے منع فرمادیا کہ عورتیں ساتھ تھیں اور اندیشہ تھا کہ اس کی خوش آوازی کی وجہ سے عورتوں کے دلوں میں کسی قسم کی بدخیالی پیدا ہوجائے اوراس کی خوش آواز سے متاثر ہوکر فتنہ میں پڑ جائیں۔

پس جب کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے زمانے کی عورتوں پر جو ہر طرح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیض سے مشرف تھیں، یہ اندیشہ ہوا کہ خوش آوازی سے وہ بگڑ نہ جائیں تو پھر آج کل کی عورتوں کا کیا ٹھکانہ ہے۔

پس جس طرح کہ مردوں کے لئے غیر محرم کا گانا سننا حرام ہے، اسی طرح عورتوں کو مردوں کا گانا سننا حرام ہے اور کسی طرح عورتوں کو ایسے وعظ میں جانا جائز نہیں، جہاں خوش آوازی سے اشعار پڑھے جاتے ہوں اور گایا جاتا ہو۔

مجلس وعظ میں عورتوں کے لئے الگ انتظام

۲...رہا یہ امر کہ مجالس وعظ میں اگر عورتوں کے لئے کسی خاص طرف پردے کا انتظام کردیا جائے، تو پھر عورتوں کو وعظ میں جانا جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ عورتوں کا گھروں سے نکلنا ہی مکروہ ہے(۱) اوراس نکلنے میں

---

(۱) قال الله تعالى: "وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولى" (الأحزاب: ۳۳)

أما النساء فلأن خروجهن إلى الجماعات فتنة (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، ←

ہی چونکہ فتنہ کا احتمال ہے؛ اس لئے اکثر فقہاء نے خروج کو ہی ناجائز قرار دیا ہے؛ کیونکہ جب عورتوں کے لئے جماعت نماز یا وعظ وغیرہ کے لئے گھر سے نکلنے کی اجازت ہوجائے اور وہ نکلنے لگیں تو اب ہر وقت اس کی تحقیقات کرنا بہت مشکل ہے کہ آیا وہ مسجد میں ہی گئی اور وعظ میں ہی حاضر ہوئی یا اور کہیں چلی گئی اور گھر آ کر نماز یا وعظ کا بہانہ کر دیا، نیز فقہاء کا یہ حکم کہ عورتوں کو جماعات نماز و وعظ و جمعہ وعیدین میں جانا ناجائز ہے؛ کیونکہ یہ باعث فساد ہے، صراحۃً ان روایات سے معلوم ہو چکا جو اوپر لکھی گئی ہیں۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ اسباب فتنہ کیا ہیں؟ سو تأمل سے معلوم ہوتا ہے کہ فتنے کے اسباب یہ ہیں:

۱۔عورت گھر سے نماز یا وعظ کے بہانے سے نکلے اور اپنی خباثت نفسانی سے کسی اور جگہ چلی جائے اور گھر والے یہ سمجھیں کہ نماز، وعظ میں گئی ہے۔

۲-جماعت نماز مجلس وعظ میں جا کر مردوں کی نظریں اس پر پڑیں گی اور اس لئے اندیشہ ہے کہ کسی غیر مرد کا کسی عورت سے ناجائز تعلق ہوجائے (۱)۔

۳-عورت کی نظر غیر مردوں پر پڑے گی اور اس لئے احتمال ہے کہ عورت کا کسی غیر مرد پر دل آجائے اور نتیجہ برا پیدا ہوا (۲)۔

← فصل فیما تجب علیه الجماعة ۱/۴۸۸، مطبوعه: دار المعارف دیوبند)

(۱) قال الله تعالی: "قل للمؤمنین یغضوا من أبصارهم" (النور: ۳۱)

فیه سبع مسائل: الثالثة: البصر، هو الباب الاکبر الی القلب واعمر طرق الحواس الیه، و بحسب ذلك کسر السقوط من جهته، ووجب التحذیر منه، وغضه واجب عمن جمیع المحرمات، وکل ما یخشی الفتنة من أجله.(تفسیر قرطبی ۱۲/۲۲۳، مطبوعه: دار الکتب المصریة مصر)

هذا أمر من الله تعالی لعباده المؤمنین أن یغضو من أبصارهم عما حرم علیهم، فلا ینظروا إلا إلی ما أباح لهم النظر إلیه، وأن یغضوا أبصارهم عن المحارم .(تفسیر ابن کثیر ۳/۳۷۳، مطبوعه: دار الاشاعت دیوبند)

(۲) قال الله تعالی: وقل للمؤمنات یغضضن من أبصارهن (النور: ۳۰) ←

مجلس وعظ میں پردہ کا انتظام

یہ تین احتمال ہیں: ان میں سے پہلا احتمال تو اس طرح رفع نہیں ہوسکتا کہ مجلس وعظ میں ان کے لئے پردے کا انتظام کردیا جائے؛ کیونکہ فتنہ کا یہ احتمال تو نفس ''خروج عن الدار'' کو لازم ہے، بلکہ اس کا علاج اگر ہے تو یہ ہے کہ عورت کے گھر سے نکلنے کے وقت سے اس کی واپسی تک کوئی معتبر شخص جو اس کی حرکات وسکنات کو دیکھتا رہے، اس کے ساتھ رہے اور ظاہر ہے کہ یہ کوئی نہیں کرتا اور نہ اس قدر نگہداشت ان تمام عورتوں کی ہوسکتی ہے، جو بصورت اجازت نماز یا وعظ میں جانے لگیں گی اور یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے عورتوں کو جانے ہی سے منع کیا، ان کی نظر زیادہ تر اسی احتمال پر تھی اور عورتوں کے حالات بھی اسی کے مقتضی ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کے یہ الفاظ '' ما أحدث النساء'' (۱) بھی اس کی تائید کرتے ہیں؛ کیونکہ انہوں نے بدنیتی پیدا کرنے اور ٹٹی کی اوٹ شکار کھیلنے کی

➔ وفي الزواجر لابن حجر المكي – رحمه الله تعالى –: كما يحرم نظر الرجل للمرأة يحرم نظرها إليه ولو بلاشهوة ولا خوف فتنة (روح المعاني ۱۸ / ۲۰۳، مطبوعه: زكريا ديوبند)

قوله تعالى: "وقل للمؤمنت" خص الله سبحانه وتعالى الإناث هنا بالخطاب على طريق التأكيد، فإن قوله: "قل للمؤمنين" يكفي؛ لأنه قول عام يتناول الذكر والأنثى من المؤمنين، وبدا بالغضّ قبل الفرج، لأن البصر رائد للقلب كما أن الحمى رائد للموت. (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ۱۰ / ۲۰۵، مطبوعه: زكريا ديوبند)

(۱) عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت: لو أدرك رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ما أحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني إسرائيل، قلت: لعمرة: أو منعن؟ قالت: نعم، (بخاری، كتاب الأذان، باب خروج النساء إلى المساجد بالليل ۱ / ۲۰۳، رقم الحديث: ۸٦۹، مطبوعه: دار العلم ديوبند)

نسبت عورتوں کی جانب کی ہے(۱)اورروایت "یتخذن دغلا" (۲) کامفہوم بھی یہی ہے۔ یعنی اگرعورتوں کواجازت "خروج عن الدار" کی دے دی جائے گی تو وہ اسے اچھاخاصا بہانہ بنالیں گی اوراس کی آڑ میں اپنی خواہشیں پوری کریں گی، ورنہ اگراس احتمال کی رعایت فقہاء کومدنظر نہ ہوتی تو یہ بات آسان تھی کہ مساجد میں عورتوں کی نماز کے لئے پردے کی جگہ بنادی جاتی اور عورتوں کو جماعت کی شرکت اور وعظ کی مجلس میں حاضری سے فقہا منع نہ کرتے؛ لیکن کسی فقیہ نے کسی کتاب میں یہ ترکیب نہیں لکھی کہ مسجدوں میں عورتوں کے لئے ایک پردے کی جگہ بنادواوران کو جماعت میں آنے دو، اس سے صاف ظاہر ہے کہ انہوں نے "نفس خروج "کوموجب فساد سمجھ کرگھر سے نکلنے کوہی منع فرمادیااوراسی وجہ سے اکثر فقہاء کی عبارت میں اس مقام پرخروج کے ہی لفظوں سے اس مسئلے کوذکر بھی کیا گیاہے، نیز مندرجہ ذیل حدیث سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے:

"عن ابن مسعود رضی الله تعالی عنه، عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم قال: المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشیطان"(۳)

---

(۱) یہ محاورہ ہے، مطلب یہ ہے کہ کسی نیک کام کے پردہ میں کوئی برا کام یا قابل اعتراض حرکت کرنا(فیرواللغات۱۳/۴) آتش کاشعر ہے:

ٹٹی کی اوٹ میں وہ کیا کرتے ہیں شکار — منہ کوچھپائے رکھتے ہیں اپنے نقاب میں

(۲) عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لا تمنعوا النساء من الخروج إلی المساجد باللیل .فقال ابن لعبد الله بن عمر: لا ندعهن یخرجن فیتخذنه دغلا . قال: فزبره ابن عمر، قال: أقول: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم، وتقول: لا ندعهن.(صحیح مسلم، کتاب الصلوة، باب خروج النساء الی المساجد الخ)

(۳) ترمذی، أبواب الرضاع، قبیل أبواب الطلاق واللعان: ۱/۳۹۸، رقم الحدیث: ۱۱۵۶، مطبوعه: دارالعلم دیوبند) قال الترمذی:هذا حدیث حسن صحیح غریب

←

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ عورت سرتاپا پردے کی چیز ہے، جہاں وہ گھر سے نکلی، شیطان اس کی تاک میں لگا'' ۔انتہی۔

یہاں رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورت کے گھر سے نکلنے ہی کو محل فتنہ قرار دیا اور فرمایا: کہ شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے، کہ خود اسے بہکا کر کسی نامناسب جگہ لے جائے یا کسی مرد کو بہکا کر اس عورت کی طرف لے آئے اور فتنہ برپا کردے۔

کوٹھری کی نماز سب سے بہتر ہے

اور اس روایت پر مکرر نظر ڈالئے، جو البحر الرائق کی عبارت میں ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ رسول اللہ صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورت کی اس نماز کو جو کوٹھری کے اندر پڑھے صحن کی نماز سے بہتر اور اس نماز کو جو صحن مکان میں پڑھے، مسجد کی نماز سے بہتر فرمایا ہے(۱)۔

یہ کیوں؟ صرف اس لئے کہ عورت اپنے مکان اور اپنے خیر استار و اطمینان سے جس قدر دور ہوتی جائے گی اسی قدر احتمال فتنہ قوی ہوتا جائے گا؛ اسی لئے اخیر میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ''و بیوتھن خیر لھن'' فرمادیا، یعنی ان کے گھر ان کے لئے بہتر ہیں، پس ثابت ہوگیا کہ عورتوں کا گھر سے نکلنا ہی محل فتنہ ہے، اس لئے مجلس وعظ میں پردے کی جگہ مقرر کرنا، کچھ مفید نہیں اور نہ اس کے جواز پر کچھ اثر ہے، ورنہ لازم ہے کہ مساجد میں

➔ المعجم الكبير للطبراني، ٥/ ٧٩، رقم الحديث: ٩٩٦٩، دار الكتب العلمية بيروت بيروت

قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير و رجاله مؤثقون (مجمع الزوائد ٢/ ١١٩، مطبوعه: دار الكتب العلمية بيروت)

(١) وقال عليه السلام: صلاتها في قعر بيتها أفضل من صلاتها في صحن دارها، وصلاتها في صحن دارها أفضل من صلاتها في مسجدها، وبيوتهن خير لهن (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة ١/ ٦٢٧، مطبوعه: زكريا ديوبند)

پردے کی جگہ مقرر کر کے ان کو نمازوں میں حاضر ہونے اور جماعت میں شریک ہونے کی اجازت بھی دے دی جائے اور یہ کسی کتاب سے ثابت نہیں۔

مجلس وعظ میں پردہ کا نظم بے فائدہ ہے

اب دوسرے احتمال پر نظر ڈالئے کہ غیر مردوں کی نظریں عورتوں پر پڑیں گی، سو اگر چہ بظاہر وہم ہو سکتا ہے کہ مجلس وعظ میں پردے کا انتظام کر دینے کی صورت میں یہ احتمال مرتفع ہو جاتا ہے، لیکن حقیقت شناس خوب جانتے ہیں کہ مجلس وعظ کا پردہ اس احتمال کو بھی رفع نہیں کر سکتا، اکثر ایسی بے احتیاطیاں عمل میں آتی ہیں کہ غیر مردوں کی نظر عورتوں پر پڑ جاتی ہے اور ایسے مجمعوں میں شریک ہونے والے حضرات اس کی تصدیق کرتے ہیں، اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ مجلس وعظ کا پردہ عورت پر غیر مردوں کی نظر پڑنے سے مانع ہوتا ہے، تاہم تیسرا احتمال کہ عورتوں کی نظر مردوں پر پڑے، اس پردے سے کسی طرح مرتفع نہیں ہوتا، عورتیں پردے میں سے تمام مجلس کے لوگوں کو جھانکتی تاکتی ہیں اور آج کل کی عورتوں میں یہ مرض ایسا عام ہے کہ شاید فیصدی دو چار عورتیں اس سے مستثنیٰ ہوں تو ہوں ورنہ اتنی بھی نہیں۔

پس یہ احتمال فتنہ اس پردے سے جو مجلس وعظ میں عورتوں کے لئے کیا جاتا ہے، کسی طرح مرتفع نہیں ہوتا؛ بلکہ حقیقت پوچھئے تو یہ پردہ کرنا اصل میں عورتوں کو غیر مردوں کے تاک اور جھاتک کا موقع دینا ہے، اس بات سے کوئی شخص واقف کار بروئے ایمان وانصاف انکار نہیں کر سکتا اور یاد رہے کہ جس طرح مردوں کا غیر عورتوں پر نظر ڈالنا حرام ہے، اسی طرح عورتوں کا غیر مردوں کا دیکھنا حرام ہے، اس کے لئے حدیث ذیل ملاحظہ ہو:

”عن أم سلمة رضى الله تعالى عنها ،أنها كانت عند رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وميمونة رضى الله تعالى عنها؛ إذ أقبل ابن أم مكتوم رضى الله تعالى عنه – فدخل عليه، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: احتجبا منه، فقلت: يا

رسول الله! أليس هو أعمى، لا يبصرنا، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: افعميا وان أنتما لستما تبصر انه؟" (۱)

''ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ اور میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھیں کہ عبداللہ ابن مکتومؓ نے جو نابینا تھے، آنے کا ارادہ کیا، آپ نے ان دونوں بیبیوں سے فرمایا: کہ پردہ کردو، ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ تو نابینا ہیں، ہمیں نہیں دیکھیں گے۔ آپ نے فرمایا: کہ تم دونوں تو نابینا نہیں ہو، تم تو انہیں دیکھو گی''۔

عورت کو بھی غیر مرد پر نظر ڈالنا حرام ہے

اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہو گیا کہ عورت کو بھی غیر مرد پر نظر ڈالنا حرام ہے۔(۲)

(۱) مسند الإمام أحمد بن حنبل رحمه الله تعالى، حديث أم سلمة رضى الله تعالى عنهاء الح ٤٤/ ١٥٩، رقم الحديث: ٢٦٥٣٧، مطبوعه: مؤسسة الرسالة) قال شعيب الارنؤوط: إسناده ضعيف لجهالة حال نبهان وهو مولى أم سلمة وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين.

ترمذى، أبواب الاستئذان والأدب، باب ماجاء فى احتجاب النساء من الرجال ٢/ ٦٧٩، رقم الحديث: ٢٧٨١، مطبوعه: دارالعلم ديوبند، قال الترمذى: هذا حديث حسن صحيح

ابى داود كتاب اللباس، باب فى قوله: وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن ٢/ ٦٢١٣، رقم الحديث: ٤١١٤، مطبوعه: دارالعلم ديوبند

مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب النظر الى المخطوبة الخ، الفصل الثانى، ٢٦٩، منطبوعه: دارالكتاب ديوبند

(۲) قال الشيخ السهارنبورى: فيه دليل على ان المرأة لا يجوز لها النظر إلى الرجل (بذل المجهود ١٢/ ١٤١، مطبوعه: مركز الشيخ ابى الحسن الهند) ←

جبھی تو آپ نے دونوں بیبیوں کو پردہ کرنے کا حکم دے دیا۔

"و كان اصحاب النبی صلی الله تعالى عليه وسلم يسدون الثقب و الكوى فی الحيطان؛ لئلا تطلع النساء على الرجال، ورأى معاذ – رضی الله تعالى عنه – امرأته تطلع فی كوة فضربها، فينبغی للرجل أن يفعل كذلك ويمنع امرأته عن مثل ذلك" (۱)

''اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب کرام کا یہ طریقہ تھا کہ دیواروں کے سوراخ اور جھرو کے (۲) بند کر دیا کرتے تھے؛ تاکہ عورتیں مردوں کو نہ جھانکیں اور حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی کو دیکھا کہ ایک جھروکے سے جھانک رہی تھیں تو ان کو مارا، پس مرد کو چاہیے کہ ایسا ہی کرے اور اپنی بی بی کو ایسی باتوں سے روکے''۔

پس واضح طور سے یہ بات ثابت ہوگی کہ مجلس وعظ کا پردہ کچھ مفید نہیں اور اس برائے نام رسمی پردے سے فتنہ کے احتمال مرتفع نہیں ہوتے، بالخصوص احتمال نمبر ایک کے رفع کرنے میں تو اس کو کچھ دخل نہیں، حالانکہ اصل الاصول وہی ہے اور احتمال نمبر دو بھی بنظر بے احتیاطی اس پردہ سے مرتفع نہیں ہوتا اور احتمال سوم عورتوں کے حالات اور عادات کو دیکھتے ہوئے قطعاً اس پردے سے مرتفع نہیں ہوتا، پس اب ناظرین خود ہی انصاف کرلیں کہ اس پردے کا جواز پر کیا اثر ہوسکتا ہے؟۔

➔ قال القاری: قيل فيه تحريم نظر المرأة إلى الاجنبی مطلقاً و بعض خص بحال خوف الفتنة عليها (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب النظر ۲۵۹/۶، مطبوعه: زكريا ديوبند)

(۱) مجالس الأبرار، مجلس ۸۲، مترجم ۵۶۳، حقانیہ پشاور

(۲) جھروکا: کھڑکی، روشن دان، ایسی کھڑکی جو نظارہ کی غرض سے رکھی گئی ہو، جمع جھروکوں، جھروکے۔ (فیروز اللغات ۵۱۹)

یہاں پر یہ بات بھی ذرا قابل لحاظ ہے کہ آخر مجلس وعظ میں عورتوں کو بلانے اور ان کے لئے پردے کا انتظام کرنے کا اہتمام کیوں کیا جاتا ہے؟ وعظ کی مجلس میں عورتوں کے لئے اس قدر اہتمام کرنا اور نماز کی جماعت اور جمعہ وعیدین کی شرکت کے لئے مساجد میں پردے کا اہتمام نہ کرنا کس وجہ سے ہے؟ اور اگر اس میں واعظ کی نیت کو دخل نہ ہو، تاہم یہ ترجیح مرجوح ہے جو باطل ہے(۱) اور اگر واعظ صاحب کی نیت کو دخل ہو کہ عورتوں سے ان کو زیادہ فائدہ پہنچنے کی امید ہے اور معقول رقمیں حاصل ہونے کی طمع، تو یہ ایک اور وجہ عدم جواز کی وجوہ مذکورہ بالا پر مستزاد ہو جائے گی (۲)۔

مجلس وعظ میں جانے سے شوہر منع کرسکتا ہے

۳...مجلس وعظ میں جانے سے عورتوں کو منع کرنے کا حق خاوند کو ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مضامین سابقہ سے یہ بات معلوم ہو چکی کہ واعظ کی مجلس میں عورتوں کو جانا ہی جائز نہیں، پس ایسی مجلس سے روکنے کا حق خاوند کو بدرجہ اولی حاصل ہوگا؛ کیونکہ خاوند کو فقہائے کرام کی تصدیق کے بموجب یہ حق حاصل ہے کہ ضروری مسائل دریافت کرنے کے لئے بھی عورت کو باہر نہ جانے دو، بشرطیکہ خود علماء سے دریافت کر کے اسے بتادیا کرے اور اگر خاوند خود دریافت کر کے نہ بتائے تو عورت کو کسی خاص حادثہ کے وقت بضر ورت اس حادثہ کا حکم دریافت کرنے کے لئے نکلنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ واقعہ بھی ضروری السوال ہو،

(۱) وان الحكم والفتيا بالقول المرجوح جهل وخرق للاجماع (مقدمه شامی ۱/۲٤۳، مطبوعه: اتحاد ديوبند)

(۲) ويدخل في قوله "الجماعات" الجمع والأعياد... ومجالس الوعظ ولا سيما عند الجهال الذين تحلوا بحلية العلماء، وقصدهم الشهوات، وتحصيل الدنيا (رمز الحقائق للعينى شرح كنز ۱/٦۸، مطبوعه: ادارة القرآن كراچی)

فقہاء کی عبارتیں ملاحظہ ہوں:

”لہ منعھا .....و من مجلس العلم إلا لنازلة امتنع زوجھا من سؤالھا“ (۱)

”یعنی خاوند کو یہ حق حاصل ہے کہ عورت کو مجلس علم میں سے روکے، مگر ایسے وقت کہ اسے کوئی حادثہ پیش آیا اور خاوند اس حادثہ کا علم علماء سے دریافت کر کے اسے نہ بتائے“۔ انتہی۔

”فإن لم تقع لھا نازلة وأرادت الخروج لتعلم مسائل الوضوء والصلاة، إن کان الزوج یحفظ ذلك ویعلمھا له منعھا“(۲)

”اگر کوئی حادثہ پیش نہ آئے اور عورت مسائل وضو ونماز سیکھنے کے لئے گھر سے نکلنا چاہے تو زوج (شوہر) یہ مسائل جانتا ہو اور اسے بتا سکے تو اسے یہ حکم حاصل ہے کہ عورت کو باہر جانے سے روکے“۔ انتہی۔

”ولا یسعھا الخروج مالم یقع علیھا نازلة، وإن خرجت من بیت زوجھا بغیر إذنه یلعنھا کل ملك فی السماء وکل شیء تمر علیه إلا الإنس والجن، فخروجھا من بیته بغیر إذنه حرام علیھا، قال ابن الھمام: حیث أبیح لھا الخروج فإنما یباح بشرط عدم الزینة وتغیر الھیئة إلی مالا یکون داعیاً إلی نظر الرجال واستمالتھم(۳)

---

(۱) در المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب فی الکلام علی المونسة ۱۰ / ۵۷۶، مطبوعه: اتحاد دیوبند

(۲) در المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب النفقة، مطلب فی الکلام علی المونسة ۱۰ / ۵۷۶، مطبوعه: اتحاد دیوبند

(۳) مجالس الأبرار مترجم، ص: ۵۶۳ ،مطبوعه: مکتبه حقانیه پشاور

''عورت پر جب تک کوئی حادثہ پیش نہ آئے جس کا حکم پوچھنا ضروری ہو گھر سے لکھنا جائز نہیں اور اگر وہ خاوند کے گھر سے بغیر اس کی اجازت نکلی، تو آسمان کا ہر فرشتہ اس پر لعنت کرتا ہے اور جن چیزوں پر اس کا گزر ہوتا ہے وہ سب لعنت کرتی ہیں، سوائے جن وانس کے۔ علامہ ابن ہمام صاحب فتح القدیر نے فرمایا: کہ جن موقعوں پر عورت کو گھر سے نکلنے کی اجازت بھی ہے وہ بھی اس شرط سے ہے کہ زینت نہ کرے اور اپنی ہیبت ایسی بنا کر نکلے کہ مردوں کو اس کی طرف توجہ نہ ہو اور ان کے دل اس کی جانب مائل نہ ہوں'' انتہی۔

پس ان روایات سے بوضاحت یہ بات ثابت ہوگئی کہ خاوند کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ عورت کو مجالس وعظ سے روکے، کیونکہ عورت کو مجلس وعظ میں جانا جائز نہیں اور ناجائز امور سے روکنا اس کے ذمے لازم ہے(۱)۔ واللہ اعلم۔

---

(۱) عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما، عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: ألا كلكم راع و كلكم مسئول عن رعيته.. .والرجل راع على أهل بيته وهو مسئول عنهم .(مسلم مع شرحه الكامل، كتاب الإمارة، باب فضيلة أمير العادل۲/ ۱۲۲)

قال النووى فى شرحه: "قوله صلى الله تعالى عليه وسلم: كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته" قال العلماء: الراعى هو الحافظ المؤتمن الملتزم صلاح ما قام عليه وما هو تحت نظره، ففيه ان كل من كان تحت نظره شيء فهو مطالب بالعدل فيه والقيام بمصالحه فى دينه ودنياه ومتعلقاته (مسلم مع شرحه الكامل، كتاب الإمارة، باب فضيلة أمير العادل۲/ ۱۲۲)

قال العينى: كلكم راع " وهذه جملة اسمية... وقد اشترك الإمام والرجل والمرأة ...ورعاية الرجل اهله سياسته لأمرهم، وتوفية حقهم فى النفقة والكسوة والعشرة ." (عمدة القارى، كتاب الجمعة، باب الجمعة فى القرى والمدن ۶/ ۱۹۰، مطبوعه: دار الفكر بيروت)

تتمہ اولیٰ

وعظ اور واعظ کے آداب کے بیان میں

چونکہ اس مضمون میں وعظ اور واعظین کا ذکر آ گیا ہے، اس لئے نامناسب نہ ہوگا کہ وعظ اور واعظ میں کے آداب بھی مختصر طور پر ذکر کر دیئے جائیں اور اس کے لئے مجالس الأبرار کی عبارت کافی تھی، اس لئے اسے مع ترجمہ نقل کئے دیتا ہوں۔ وہو ہذا:

واعظ کا کام آخرت کی طرف بلانا ہے

”الواعظ ينبغي له أن يكون عزمه وهمته أن يدعو الناس من الدنيا إلى الآخرة، ومن المعصية إلى الطاعة، ومن الحرص إلى القناعة، ويحبب إليهم الآخرة، ويبغض عليهم الدنيا، ويعلمهم العبادة والتقوى؛ لأن الغالب فى طباعهم الزيغ عن منهج الشرع، والسعى فيما لا يرضى الله تعالى، فيلقى فى قلوبهم الرعب، ويخوفهم عما يستقبلهم من المخاوف لعل صفات باطنهم تتغير، ومعاملة ظاهر هم تتبدل، ويظهر منهم الحرص إلى الطاعة والرجوع عن المعصية، وهذا هو طريق الوعظ والنصيحة، وكل واعظ لا يكون وعظه هكذا فوعظه وبال على القائل والسامع، بل قيل: إنه شيطان فى صورة الإنسان يخرج الخلق عن طريق

الحق، ويهلكهم فيجب عليهم أن يفروا منه فرارهم من الأسد، ومن كان له يد وقدرة يجب عليه أن ينزله من منابر المسلمين ويمنعه عما باشره؛ لأنه من جملة الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر، وكذا الوعاظ الذين يشتغلون بالقصص التى يتطرق إليها الزيادة والنقصان والكذب والبهتان وقد ورد نهى السلف عن الجلوس فى مجلسهم؛ لأن القصص منها ما ينفع سماعه، ومنها مايضر سماعه، وإن كان صدقاً فمن فتح على نفسه ذلك الباب يختلط عليه الصدق بالكذب والنافع بالضار، قال أحمد بن حنبل رحمه الله تعالى : القصة إن كانت من قصص الأنبياء والصالحين فيما يتعلق بأمور الدين وكانت صحيحة الرواية فلا أرى به باساً فليحذر الكذب.(۱)

ترجمہ:''واعظ کے لئے یہ لائق ہے کہ اس کا قصد اور ارادہ صرف یہی ہو کہ لوگوں کو دنیا سے آخرت کی طرف بلائے اور معصیت سے طاعت کی طرف اور حرص سے قناعت کی طرف لائے اور آخرت کی محبت ان کے دلوں میں اور دنیا سے نفرت پیدا کرے اور ان کو عبادت اور تقوی سکھائے، کیونکہ لوگوں کی طبیعتوں میں شرع کی راہ سے کجی غالب ہے اور ایسی چیزوں میں کوشش کرتے ہیں، جن سے خدا تعالی راضی نہیں۔ پس واعظ کو چاہئے کہ ان کے دلوں میں خوف ڈالے اور آنے والی خوفناک چیزوں سے ڈرائے؛ تا کہ ان کی باطنی حالتیں بدل جائیں اور ان کو عبادت کی حرص پیدا ہو اور گناہوں سے توبہ کریں اور یہی طریقہ ہے وعظ و نصیحت کا اور جس واعظ کا وعظ ایسا نہ ہو تو اس کا وعظ خود

(۱) مجالس الأبرار، مترجم، ۵٦۳، مطبوعہ: مکتبہ حقانیہ پشاور

واعظ اور سامعین دونوں کے حق میں وبال ہے، بلکہ کہا گیا ہے کہ وہ انسانی صورت میں پوشیدہ شیطان ہے کہ مخلوق کو طریق حق سے نکالتا اور ہلاک کرتا ہے، پس لوگوں پر واجب ہے کہ اس واعظ سے ایسا بھاگیں، جیسے شیر سے بھاگتے ہیں اور جس شخص کو قدرت ہو وہ ایسے واعظ کو مسلمانوں کے منبر سے اتار دے اور وعظ سے روک دے، یہ بھی منجملہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ہے اور اسی طرح وہ واعظ ہیں جو قصے بیان کرنے میں مشغول رہتے ہیں اور ایسے قصے جن میں زیادتی کمی اور جھوٹ، بہتان شامل ہوتا ہے، سناتے ہیں اور سلف صالحین سے ایسے قصہ گو واعظوں کی مجلس میں بیٹھنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے، کیونکہ بعضے قصے مفید ہوتے ہیں اور بعضے مضر، اگر چہ سچے بھی ہوں، تو جو شخص قصے بیان کرنے کی عادت ڈال لیتا ہے، اس پر سچے جھوٹے قصے مختلط ہو جاتے ہیں اور نافع ومضر کی تمیز نہیں رہتی۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: کہ قصہ اگر انبیاء وصالحین کا قصہ ہو اور دین سے تعلق رکھتا ہو اور اس کی روایت اور سند بھی صحیح ہو تو میں اس کے بیان میں مضائقہ نہیں سمجھتا، پس جھوٹے قصوں سے بچنا لازم ہے"۔ انتہی۔(۱)

بدعتی واعظ کو روکنا واجب ہے

"لكن يجب عليه أن يحترز عن خلط كلامه البدعة؛ لما ذكر في الإحياء أن الواعظ مهما فرج كلام البدعة يجب منعه، ولا

---

(۱) قال أحمد بن حنبل رحمة الله ما أحوج الناس إلى قاص صادق فإن كانت القصة من قصص الأنبياء عليهم السلام فيما يتعلق بأمور دينهم وكان القاص صادقاً صحيح الرواية فلست أرى بها بأساً فليحذر الكذب(إحياء علوم الدين ۱/۳۵، مطبوعه: دار اللكتب المعرفة بيروت)

يجوز حضور مجلسه إلا على قصد للرد عليه إن قدر، وإن لم يقدر لا يحضر مجلسه، وكذا مهما كان كلامه مائلا إلى الإرجاء وتجرئته الناس على المعاصي، وزاد بسببه رجاء الخلق على خوفهم، فهو منكر يجب منعه لكون فساده عظيماً.“(۱)

”لیکن واعظ پر واجب ہے کہ اپنے کلام کو بدعت کی آمیزش سے بچائے، کیونکہ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے احیاء میں ذکر کیا ہے(۲) کہ واعظ جب اپنے کلام میں بدعت کی آمیزش کرے تو اسے وعظ سے روک دینا واجب ہے اور اس کی مجلس میں جانا جائز نہیں، مگر رد کرنے کے قصد سے، اگر قدرت ہو رد کرنے کی تو جائے اور قدرت نہ ہو تو نہ جائے۔ اور اسی طرح جب واعظ کا کلام لوگوں کو امیدوار بنانے کی طرف مائل ہو اور گناہوں پر جرات دلائے اور اس کے وعظ سے مخلوق کی امید بڑھ جائے اور خوف کم ہو جائے تو ایسا وعظ برا ہے، اس کا روکنا واجب ہے؛ کیونکہ اس کا برا اثر بہت عظیم ہے“۔ انتہی۔

وعظ میں امید وثواب کی باتیں

”وذكر في موضع آخر من الإحياء أن هذا الزمان زمان لا ينبغي أن يذكر فيه للخلق أسباب الرجاء وسعة رحمة الله تعالى؛ لأن ذكرها يهلكهم بالكلية، لكنها لما كانت أخف على النفوس،

---

(۱) مجالس الأبرار، مترجم، ۵٦۲، مطبوعه: مكتبه حقانيه پشاور

(۲) وكذا الواعظ المبتدع يجب منعه ولا يجوز حضور مجلسه إلا على قصد إظهار الرد عليه إما للكافة إن قدر عليه أو لبعض الحاضرين حواليه فإن لم يقدر فلا يجوز سماع البدع (إحياء علوم الدين ۲/۳۳۷، مطبوعه: دار المعرفة بيروت)

وألـذ فـى الـقلوب، ولـم يكن غرض الوعاظ إلا استمالة القلوب، واستـنـطلق الخلق بالثناء عليهم كيف ما كانوا أمالوا إلى الإرجاء حتى ازداد الفساق فسادا والمنهمكون فى طغيانهم تماديا". (۱)

''اوراحیاء العلوم میں دوسری جگہ مذکور ہے (۲) کہ یہ زمانہ ایسا زمانہ ہے کہ اس میں امیداوروسعت رحمت خداوندی کے اسباب بیان کرنا مناسب نہیں، کیونکہ ایسی چیزوں کا ذکرلوگوں کو بالکل ہلاک کردے گا؛ مگر چونکہ یہ باتیں لوگوں پر ہلکی ہیں اوراس میں مزہ آتا ہےاورواعظوں کی غرض بھی صرف یہی ہوتی ہے کہ لوگ ان کی طرف مائل ہوجائیں اوران کی تعریفیں کریں خواہ وہ کیسے ہی ہوں؛ اس لئے واعظوں نے صرف امید وثواب کی باتیں بیان کرنا اختیار کرلیا، یہاں تک کہ فاسقوں کا فسق اور بڑھ گیااورسرکشی زیادہ بڑھ گئی''۔انتہی۔

پرہیزگارعالم کووعظ کی اجازت

"الإمـام يـجب عليه أن يقوم مصالح الرعية ويرتب فى كل قرية، وفـى كـل مـحلة عالماً متديناً يعلم الناس دينهم فينظر فى العلماء فيمن يرى فيه علما وديانة وحسن عقيدة يأذن له أن يعظ الناس،

(۱) مجالس الأبرار،مترجم، ٤٨١، مطبوعه:مكتبه حقانيه پشاور

(۲) وهـذا الـزمـان زمـان لا يـنبـغـى أن يستـعمل فيه مع الخلق أسباب الرجاء بل المبالغة فى التخويف أيضاً تكاد أن لا تردهم إلى جادة الحق وسنن الصواب فأما ذكر أسباب الرجاء فيهـلـكهـم ويـرديهم بالكلية ولكنها لما كانت أخف على القلوب وألذ عند النفوس ولم يـكـن غـرض الـوعاظ إلا استمالة القلوب واستنطاق الخلق بالثناء كيفما كانوا مالوا إلى الـرجاء حتى ازداد الفساد فساداً وازداد المنهمكون فى طغيانهم تمادياً (إحياء علوم الدين ٤ / ١٤٦، مطبوعه: داراللكتب المعرفة بيروت)

ومن لا يرى فيه هذه الصفات لا يأذن في الوعظ؛ لئلا يوقع الناس في البدعة والضلالة كما هو واقع في هذاالزمان".(۱)

''اور یہ بیان کر کے کہ وعظ امیر یا مامور کا حق ہے، لکھتے ہیں: کہ شرط ماموریت اس لئے کہ امام پر واجب ہے کہ رعیت کی مصلحتوں کا انتظام کرے اور ہر بستی اور ہر محلّہ میں ایک دیندار عالم مقرر کرے کہ وہ لوگوں کو تعلیم دین کی، دیا کرے۔ پس امام جس شخص میں علم اور دیانت یعنی پرہیز گاری اور اچھے عقیدے دیکھے اس کو وعظ کہنے کی اجازت دے اور جس میں یہ باتیں نہ ہوں، اسے وعظ کی اجازت نہ دے، تاکہ وہ لوگوں کو بدعات میں مبتلا نہ کردے اور گمراہی میں نہ ڈالے، جیسا کہ اس زمانہ میں واقع ہورہا ہے''۔انتہی۔

ان تمام عبارتوں کا مطلب واضح ہے، کسی مزید شرح اور بیان کا محتاج نہیں، اس لئے خاکسار اسی قدر پر اکتفاء کرتا ہے اور خدا تعالیٰ سے ہدایت اور استقامت کی دعا کرتا ہے۔

❖ ❖ ❖

(۱) مجالس الأبرار،مترجم، ۴۸۰، مطبوعه:مکتبه حقانیه پشاور

تتمہ ثانیہ

عورتوں کے لئے مجلس وعظ میں جانے کی جائز صورت

اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ جب عورتوں کو مجالس وعظ میں جانا ناجائز ہے، تو ان کے لئے وعظ و پند کا دروازہ ہی بند ہو گیا۔

تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ نہیں، وعظ و پند کا دروازہ اب بھی مفتوح ہے، بند نہیں ہوا، لیکن شرط یہ ہے کہ شرعی طریقے سے وہ اس پر کاربند ہوں اور وہ طریقہ یہ ہے کہ عورتیں اپنے گھروں میں واعظ، عالم متقی کو بلا کر وعظ سن لیا کریں، مگر اس میں یہ شرط لازمی ہے کہ عورتیں صرف اسی گھر کی ہوں یا اس کے آس پاس اتنے قریب مکانوں کی ہوں کہ ان کا مکان وعظ میں آنا گویا ''خروج عن المکان'' ہی نہ ہو اور یہ کہ مجلس وعظ میں سوائے واعظ یا گھر کے آدمیوں کے غیر مردوں کا مجمع نہ ہو اور واعظ کا بیان بھی قرآن مجید و حدیث شریف وسیرت سلف صالحین کے موافق ہو، جھوٹے سچے قصے، موضوع روایتیں بیان نہ کرتا ہو۔ واعظ کا مقصود بھی تعلیم اور پند و نصائح ہو اور سننے والیوں کا مقصود بھی دین سیکھنا اور خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر سے برکت و نصیحت حاصل کرنا ہو تو ان صورتوں سے عورتوں کو وعظ سننا اور واعظ کو ایسی مجلس میں وعظ کہنا جائز ہے۔ مگر یاد رہے کہ آج کل گھروں پر وعظ کرانے کا ایک عام دستور ہے اور عورتیں رسمی طور پر گھروں میں وعظ کراتی ہیں، ان رسمی وعظوں میں اکثر ایسی بے احتیاطیاں ہوتی ہیں جو شریعت میں ناجائز ہیں۔

نبی ﷺ کا عورتوں میں وعظ کہنے کا طریقہ

اول تو وعظ سے مقصود ہی صرف رسم کا پورا کرنا ہوتا ہے، دوسرے دور دور سے عورتیں آ کر جمع ہوتی ہیں، جن کے اتنے دور سے آنے کو حرمت خروج لازم ہو جاتی ہے؛ کیونکہ خروج کے مفاسد متحقق ہو جاتے ہیں۔ پس ایسے واعظوں کا حکم وہی ہے جو عورتوں کے مجالس وعظ میں جانے کے متعلق پہلے بیان ہو چکا۔ خاص عورتوں کے مجمع میں واعظ کا وعظ کرنا حدیث ذیل سے ثابت ہوتا ہے:

" عن أبی سعید الخدری رضی الله تعالی عنه قال: قالت النساء للنبی صلی الله تعالی علیه وسلم :"غلبنا علیك الرجال فاجعل لنا یوما من نفسك فوعدهن یوما لقیهن فیه وعظهن" (١).

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عورتوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کی مجالس وعظ و پند پر مرد ہم سے غالب ہیں، یعنی وہ روز حاضر رہتے ہیں اور ان کی وجہ سے ہمیں حاضری کا موقع نہیں ملتا، اس لئے آپ ہمارے لئے اپنی جانب سے کوئی دن مقرر فرمائیں، تو آپ نے ان سے ایک دن کا وعدہ فرمایا اور اس روز آپ نے عورتوں کے پاس تشریف لے جا کر وعظ فرمایا''۔

" وفی روایة سهل بن أبی صالح عن أبیه، عن أبی هریرة رضی الله تعالی عنه، أنه صلی الله تعالی علیه وسلم قال: موعد كن بیت فلانة" إلی اخره(٢)

---

(١) بخاری، کتاب العلم، باب هل یجعل للنساء یوم علی حدة فی العلم، ١/ ٩١، رقم الحدیث: ١٠١، مطبوعه: دارالعلم دیوبند

(٢) فتح الباری، کتاب العلم، باب هل یجعل للنساء یوم علی حدة، ١/ ١٩٦، مطبوعه: دارالمعرفة بیروت

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

ا- اول یہ کہ باوجود یہ کہ جماعت نماز میں عورتیں مردوں کے ساتھ مساجد میں شریک ہوتی تھیں مگر وعظ و پند کی مجالس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بھی مردوں کے مجمع میں حاضر نہیں ہوتی تھیں اور اپنے عدم حضور کے وجہ مردوں کا حاضر ہونا بیان کر کے ایک جداگانہ دن مقرر فرمانے کی درخواست کی۔(ا)

۲- دوسرے یہ کہ عورتوں کے مجمع میں واعظ عالم متقی کو جانا اور وعظ کرنا جائز ہے اور یہ ضرورت شرعیہ ہے، جس کا ثبوت خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فعل سے ہو گیا۔

پس اگر عورتوں کا مجمع ان منکرات سے خالی ہو، جو اوپر مذکور ہوئے اور وہ وعظ کی درخواست کریں تو عالم متدین کو وہاں جا کر وعظ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ واللہ اعلم۔

کتبہ العبد الاواہ

محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ

مدرس مدرسۃ الأمینیۃ الواقعۃ بدہلی، ۱۳۳۴ھ

(ا) قاضی اطہر مبارکپوریؒ دور نبوی میں عورتوں کی تعلیم کے بارے میں لکھتے ہیں: صحابیات کے مناسب حال ان کی تعلیم کا باقاعدہ انتظام تھا، وہ درس گاہ نبوی میں مردوں کے ساتھ حاضر نہیں ہوتی تھیں؛ مگر مختلف طریقوں سے تعلیم حاصل کرتی تھیں، ان کے خصوصی اجتماع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا کر تعلیم و تلقین اور وعظ فرمایا کرتے تھے، امہات المؤمنین خصوصاً حضرت عائشہ اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہما کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسائل معلوم کرتی تھیں، مجلس نبوی میں حاضر باش صحابہ اپنی بیویوں اور عورتوں کو احادیث سناتے تھے، سن رسیدہ اور رشتہ کی عورتیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست دینی باتیں معلوم کرتی تھیں، مختلف طریقوں سے دینی تعلیم سے اپنا حصہ لیتی تھیں اور اس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا وفد بھیج کر تقاضا کرتی تھیں۔ اس کے بعد قاضی صاحب نے متعدد مثالیں پیش کر کے وضاحت فرمائی ہے۔ (خیر القرون کی درسگاہیں ۶۱، مطبوعہ: ادارہ اسلامیات کراچی)

رسالہ (٢)

صلوۃ الصالحات

”عـن ابن مسعود رضی الله تعالی عنه قال: صلوة المرأة فی بیتها افضل من صلاتها فی حجرتها، وصلاتها فی حجرتها افضل من صلاتها فی دارها، وصلاتها فی دارها افضل من صلاتها فی ما سواها. ثم قال: إن المرأة اذا خرجت استشرفها الشیطان“

المعجم الکبیر للطبرانی، ۷۹/۵، رقم الحدیث: ۹۹۶۹،

”حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا: کہ عورت کی کوٹھری کی نماز دالان کی نماز سے بہتر ہے اور دالان کی نماز گھر کے صحن کی نماز سے بہتر ہے اور گھر کے صحن کی نماز اور جگہوں کی نماز سے بہتر ہے۔ پھر کہا: کہ بے شک عورت جہاں نکلی، شیطان اسکی تاک میں لگا“۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین .اما بعد

تمہید

شعبان ۱۳۳۴ھ میں ایک صاحب نے خاکسار کے سامنے ایک سوال پیش کیا، وہ یہ کہ عورتوں کا مجالس وعظ میں جانا جائز ہے یا نہیں؟ سائل حنفی تھا، اس لئے خاکسار نے حنفی مذہب کے موافق جواب تحریر کر دیا اور سادات فقہائے حنفیہ کی عبارتیں نقل کر دینا کافی سمجھا، جواب کسی قدر طویل ہو گیا؛ اس لئے اسے رسالہ کی شکل میں مرتب کر کے اس کا نام " **کف المؤمنات عن حضور الجماعات**" رکھا اور حاجی عبدالرحمٰن صاحب نے اسے چھپوا کر شائع کر دیا۔

مجھے اس وقت یہ بیان کرنا ہے کہ نہ میں نے رسالہ ''کف المؤمنات'' کسی مخاصمت کی بنا پر لکھا تھا اور نہ مجھے اتنی فرصت ہے کہ میں ایسی باتوں میں پڑ کر اپنا وقت ضائع کروں، مجھ سے مسئلہ پوچھا گیا تھا، میں نے جو کچھ حق سمجھا ظاہر کر دیا، حنفی مذہب کے لحاظ سے تو اس میں حکم کراہت کا کافی ثبوت موجود ہے اور فقہ حنفی کی معتبر کتابیں وہی حکم دیتی ہیں جو ''کف المؤمنات'' میں لکھا گیا ہے؛ اس لئے اگر کوئی حنفی عالم اس کا جواب لکھتا تو یقیناً اصول حنفیہ کو چھوڑ کر اور حنفی مذہب سے علیحدہ ہو کر اس کو انداز جواب اختیار کرنا پڑتا، اور ایسی حالت میں مجھے اس کی طرف التفات کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

لیکن آج ۱۱/ ذیقعدہ ۱۳۳۴ھ کو ایک رسالہ موسومہ ''عید احمدی'' میری نظر سے گزرا۔

دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اسکے مؤلف کوئی مولوی عبدالستار صاحب کلانوری (۱) ہیں اور وہ نہ صرف کف المؤ منات کے مؤلف یعنی خاکسار کو؛ بلکہ علامہ عینیؒ کو صراحتاً اور ائمہ حنفیہ و دیگر بزرگان دین کو کنایۃً یہ الزام دیتے ہیں کہ انہوں نے حدیث کے خلاف کیا، ارشاد نبوی کی مخالفت کی، حدیثوں کا مطلب نہیں سمجھے۔ حضرت عائشہؓ پر بہتان باندھا وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب کچھ تو ہوا، لیکن ''عید احمدی'' کو اول سے آخر تک دیکھئے تو ایک دوسطریں بھی ایسی نہ ملیں گی، جنہیں کف المؤ منات کے کسی مضمون کا معقول جواب کہا جاسکے اور باوجود دعوائے حدیث دانی احادیث کی خبر نہیں، حدیثوں کے معنی اور مفہوم سے مس نہیں۔

---

(۱) عبدالستار کلانوری، کلانور ضلع روہتک میں پیدا ہوئے، والد کا نام قاسم علی ہ ہے، تاریخ ولادت معلوم نہیں ہوسکی، مدرسہ ''دار الکتاب والسنۃ دہلی'' میں تعلیم حاصل کی، فراغت کے بعد اسی مدرسہ میں مدرس مقرر ہو گئے اور فتوی نویسی بھی کرنے لگے، ہمدرد اہل حدیث (اردو) ماہنامہ مقام اشاعت دہلی کے اڈیٹر تھے، اس ماہنامہ کا اجراء سب سے پہلے شعبان/۱۳۳۸ھ مطابق مئی ۱۹۲۰ء میں مولانا عبدالوہاب دہلوی (۱۸۶۴ء-۱۹۳۲ء) نے بنام اہل حدیث جاری کیا، بعد میں یہی پرچہ ''ہمدرد اہل حدیث'' کے نام سے موسوم ہوا، پھر ''صحیفہ اہل حدیث'' کے نام سے جاری رہا اور اس کے اڈیٹرز مانہ کے اعتبار سے بدلتے رہے۔

مولوی عبدالستار کلانوری کا انتقال عین عنفوان شباب میں ہوا، تاریخ وفات تراجم علمائے اہل حدیث ہند میں ابو یحی نوشہری نے ۲۶/ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ لکھی ہے، یہ اطلاع درست نہیں ہے، غالبًا کاتب کا تسامح معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا پہلا رسالہ ''کف المؤمنات عن حضور الجماعات'' شعبان ۱۳۳۴ھ میں شائع کیا اور اس کے بعد عبدالستار کلانوری نے اس کے جواب میں ''عید احمدی'' لکھا اور ماہنامہ اردو رسالہ ''ہمدرد اہل حدیث'' جس کے اڈیٹر عبدالستار کلانوری تھے، اس کا اجراء ہی شعبان ۱۳۳۸ھ مطابق مئی ۱۹۲۰ء میں ہوا، صحیح یہ ہیکہ عبدالستار کلانوری کی وفات ۲۶/ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۳/اگست ۱۹۲۱ء ہے، نرینہ کوئی اولاد نہیں تھی، اپنی یادگار ایک لڑکی چھوڑی۔ (تراجم علماء اہل حدیث ہند ۱/۱۷، مطبوعہ: مکتبہ اہل حدیث کراچی، جماعت اہل حدیث کی صحافتی خدمات ۳۲، مطبوعہ: العزۃ یونیورسل بنارس)

اگر چہ عید احمدی کسی اہل علم وفہم کے نزدیک تو قابل التفات بھی نہیں ؛ لیکن محض اس خیال سے کہ عوام کو کہیں یہ دھوکا نہ ہو جائے کہ واقعی حنفیہ کا یہ کہنا کہ عورتوں کا نکلنا مکروہ ہے، بے دلیل بات ہے۔ میں نے مناسب سمجھا کہ اس مسئلہ کو اچھی طرح واضح کر دیا جائے اور احادیث نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم اور آثار صحابہ کرامؓ واقوال سلف صالحینؒ سے اس کا پورا ثبوت دیدیا جائے۔

میں نے نفس مسئلہ کو واضح کرنے کے خیال سے یہ تحریر لکھی ہے، امید ہے کہ اہل علم و فہم اس سے نفع اٹھائیں گے اور مسئلہ کی حقیقت سے واقف ہو کر بے راہی سے بچ سکیں گے۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت وإلیہ أنیب!

❖ ❖ ❖

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اختلاف کی حقیقت کیا ہے؟

واضح ہو کہ حضرات فقہائے حنفیہ رحمہم اللہ اس کا انکار نہیں کرتے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عورتیں نماز پنجگانہ اور عیدین کی جماعت میں حاضر ہوتی تھیں، وہ اس کا نہایت بلند آواز سے اقرار کرتے ہیں، پس حنفیہ کے سامنے اور ان کے مقابلہ میں ایسی حدیثیں جن سے صرف آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک میں عورتوں کا جماعت میں جانا ثابت ہوتا ہو، پیش کرنا مفید نہیں۔ کلام اسمیں ہے کہ آیا اب بھی یہ حکم باقی ہے یا نہیں؟ تو اس بحث اور اس کے متعلقات کو ہم متعدد فصلوں میں مفصل طور پر بیان کرتے ہیں۔

فصل اول

آیا مردوں کی طرح عورتوں کو جماعت میں حاضر ہونیکی تاکید تھی یا نہیں؟

اس باب میں کوئی حدیث ایسی پیش نہیں کی جاسکتی جس سے عورتوں کے لئے جماعتوں کی حاضری مؤکد ثابت ہوتی ہو، ہم نے جہاں تک کتب حدیث کو دیکھا اور شروح حدیث کا مطالعہ کیا، ہمیں کوئی روایت ایسی دستیاب نہیں ہوئی؛ بلکہ چند احادیث سے اس کا خلاف ثابت ہوتا ہے۔

(۱) حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث

"عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: لولا ما فی البیوت من النساء والذرية أقمتُ صلوة العشاء وأمرتُ فتیانی يحرقون مافی البیوت بالنار" (۱)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں نماز عشاء قائم کرتا اور اپنے جوانوں کو حکم دیتا کہ گھروں میں آگ لگادیں''۔

یہ وعید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے لیے فرمائی تھی، جو جماعت عشا میں حاضر نہ ہوتے تھے۔ اس حدیث سے ہر شخص با آسانی سمجھ سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں کو جو جماعت عشاء میں حاضر نہ ہوتے تھے، آگ سے جلا دینے کی سزا دینے کا ارادہ فرمایا؛ مگر عورتوں، بچوں کا گھروں میں ہونا اسکی تکمیل سے مانع آیا۔

عورتیں جماعت میں حاضر ہونے کی مکلّف نہیں ہیں

عورتوں کا اس حدیث میں ذکر فرمانا اسکی دلیل ہے کہ وہ جماعت میں حاضر ہونے کی مکلّف نہ تھیں اور جماعت ان کے ذمہ مؤکد نہ تھی، ورنہ وہ بھی اسی جرم کی مجرم اور اسی سزا کی

(۱) مسنداحمد، ۳۹۸/۱۴، رقم الحديث: ۸۷۹۵، مطبوعه: مؤسسة الرسالة
مشكوة، كتاب الصلوة، باب الجماعة و فضلها، الفصل الثالث، ۹۷، مطبوعه: دار الكتاب ديوبند
قال شعيب الارنووط على هامش مسند: حديث صحيح، و هذا اسناد ضعيف لضعف ابی معشر، قال الهيثمی: رواه احمد و ابو معشر ضعيف (مجمع الزوائد ۴۲/۲، رقم الحديث: ۲۱۶۰)

مستوجب ہوتیں(۱)اوران کا گھروں میں ہونا مردوں کی سزا کے لئے مانع نہ ہوتا؛لیکن چونکہ وہ اس غیر حاضری میں شرعی مجرم نہ تھیں،اسلئے انکے جل جانے کا خیال مردوں کی سزا دینے میں بھی مانع ہوگیا۔

اسی طرح تمام وہ حدیثیں جوفصل دوم میں آتی ہیں اس امر کی دلیل ہیں کہ عورتوں کے ذمے جماعت میں شریک ہوناضروری نہ تھا۔

فصل دوم

آیاعورتوں کوگھروں میں نماز پڑھناافضل تھایامسجد میں؟

(۲) حضرت ام سلمہؓ کی پہلی حدیث

”عن أم سلمة رضى الله عنها عن النبى صلى الله عليه وسلم انه قال: خير مساجد النساء قعرُ بيوتهن “(۲)

---

(۱) (من النساء)بيان لما عدل من (من) إلى (ما)إما لإرادة الوصيفة، وبيان أن النساء والذرية بمنزلة ما لا يعقل، وأنه مما لا يلزمه حضور الجماعة، وإما أن البيوت محتوية عليهما وعلى الأمتعة والأثاث، فخصا بالذكر للاعتناء.(الكاشف عن حقائق السنن للطيبى ٤/ ١١٣٦، مطبوعه: نزار مصطفى البازمكه)

(۲) مسند احمد ٤٤/ ١٦٤، رقم الحديث:٢٦٥٤٢، مطبوعه:مؤسسة الرسالة
السنن الكبرى للبيهقى ٦/ ١١٣،رقم الحديث:٥٤٢٦مطبوعه: قاهره
كنز العمال٧/ ٦٧٦، رقم الحديث:٢٠٨٦٨،مطبوعه: مؤسسة الرسالة
قال شعيب الارنووط على هامش مسند:حديث حسن لشواهده. قال المنذرى: قال الحاكم: صحيح الاسناد (الترغيب و الترهيب ١/ ٢٢٦، مطبوعه: مكتبه مصطفى مصر)

ترجمہ: ''حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا عورتوں کے لئے بہترین مسجد ان کی کوٹھریوں کا اندورنی مکان ہے''۔

(۳) حضرت ام سلمہؓ کی دوسری حدیث

''عن ام سلمة رضی الله عنها عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال: صلوة المرأة فی بیتها (۱) خیر من صلوتها فی حجرتها (۲)، وصلوتها فی حجرتها خیر من صلوتها فی دارها، وصلوتها فی دارها(۳) خیر من صلوتها فی مسجد قومها''(۴)

---

(۱) بیت: مسقّف یعنی چھت والے کمرے کو کہتے ہیں خواہ اس میں کوئی رہنے والا نہ ہو، بیت کبھی مستقل ہوتا ہے اور کبھی مستقل مسکن کا ایک جزء ہوتا ہے، جیسے: مکان کا ایک کمرہ، گھر خواہ مٹی سے بنا ہو یا اینٹ ،گارے، پتھری، لکڑی، اون، پوستین، بال، خال یا مختلف نوع کے خیموں سے بنا ہو، سبھی کے لئے بیت کا لفظ بولا جاتا ہے۔

(۲) حجرہ: گھر کے کمروں میں سے ایک کمرہ کو کہتے ہیں یا غیر مسقّف کمرہ کو حجرہ کہا جاتا ہے جیسے کمرے سے باہر کا صحن جس کو دالان کہا جاتا ہے، آگے حضرت مجیب مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی ''دالان'' والے ترجمہ کی رعایت کرتے ہوئے مسئلہ کی وضاحت فرمائی ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: بذل المجہود ۳/۴۲۱، حاشیہ مسند احمد ۴۵/ ۳۸، الموسوعۃ الفقہیۃ ۸/ ۲۶۶، قاموس الفقہ ۲/ ۳۴۵)

(۳) دار: اس مکان کو کہتے ہیں جو ایک سب سے زائد بیت اور غیر مسقّف صحن پر مشتمل ہو، دار کا لفظ مکان اور خالی حصہ دونوں کو شامل ہوتا ہیں۔

(٤) المعجم الاوسط للطبرانی٦/٣٦٨، الرقم:٩١٠١، مطبوعه: دار الکتب العلمیة بیروت، قال الطبرانی: لا یروی هذا الحدیث عن ام سلمة إلا بهذا الاسناد، تفرد به: إبراهیم بن المنذر

کنز العمال٧/٦٧٦، رقم الحدیث: ٢٠٨٦٩، مطبوعه: موسسة الرسالة ←

ترجمہ:''حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ اللہ نے فرمایا: کہ عورت کی نماز جو اندرونی کمرہ میں ہو وہ بیرونی کمرہ کی نماز سے بہتر ہے اور بیرونی کمرہ کی نماز صحن کی نماز سے بہتر ہے اور صحن گھر کی نماز محلّہ کی مسجد کی نماز سے بہتر ہے''۔

(۴) حضرت ام حمیدؓ کی حدیث

”عن ام حميد امرأة ابى حميد الساعدى عن النبى صلى الله عليه وسلم انه قال لها: قد علمتُ أنَّكِ تحبين الصلوة معى وصلوتك فى بيتك خيرٌ من صلوتك فى حجرتك وصلوتك فى حجرتك خيرٌ من صلوتك فى دارك وصلوتك فى دارك خير من صلوتك فى مسجد قومك وصلوتك فى مسجد قومك خير من صلوتك فى مسجدى“(١)

➔ الترغيب والترهيب ١/١٤١، رقم الحديث:٣٤٢،مطبوعه: دارالكتب العلمية بيروت، قال المنذرى:رواه الطبرانى فى الاوسط باسناد جيد
قال الهيثمى: رواه الطبرانى فى الأوسط ورجاله رجال الصحيح خلا زيد بن المهاجر فإن ابن أبى حاتم لم يذكر عنه راويا غير ابنه محمد بن زيد (مجمع الزوائد ٢/٣٤،الرقم:٢١٠٨ ،مطبوعه: دارالكتب العلمية بيروت)

(١) مسنداحمد ٤٥/٣٧، رقم الحديث: ٢٧٠٩٠ ،مطبوعه:مؤسسة الرسالة
ابن حبان١/١٦٩، رقم الحديث:٧٥، مطبوعه: دارابن حزم بيروت
كنز العمال٧/٦٧٦، الرقم: ٢٠٨٧٠، مطبوعه: مؤسسة الرسالة
قال الهيثمى:رواه احمد ورجاله الصحيح غير عبد الله بن سويد الانصارى، وثقه ابن حبان (مجمع الزوائد ٢/٣٣ الرقم:٢١٠٧)، قال الحافظ: اسناد احمد حسن (فتح البارى ٢/٣٤٩ مطبوعه: دارالمعرفة بيروت)

ترجمہ: ”ابوحمید ساعدی کی بیوی ام حمید فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے سے فرمایا: کہ میں جانتا ہوں کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہو، مگر تمہاری وہ نماز جو گھر کی اندرونی کوٹھری میں ہو وہ بیرونی کمرہ کی نماز سے بہتر ہے اور بیرونی کمرہ کی نماز گھر کے صحن کی نماز سے بہتر ہے اور گھر کے صحن کی نماز محلّہ کی مسجد کی نماز سے بہتر ہے اور مسجد محلّہ کی نماز میری مسجد کی نماز سے بہتر ہے“۔

(۵) حضرت ام حمیدؓ کا تاریک کوٹھری میں نماز کی جگہ بنانا

” وأورده الهيثمي في مجمع الزوائد و زاد فأمرت فبني لها مسجد في اقصى بيت في بيتها و أظلَمِه فكانت تصلي فيه حتى لقيت الله عز وجل“ قال الهيثمي: ”رجاله رجال الصحيح غير عبد الله بن سويد الانصاري و وثّقه ابن حبان“(۱)

ترجمہ: ”اور اس حدیث کو ہیثمی مجمع الزوائد میں لائے ہیں اور اسمیں اتنی زیادتی اور ہے کہ ام حمیدؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنکر اپنے گھر والوں کو حکم دیا ان کے لیے ان کے گھر کی ایک اندرونی کوٹھری میں جو نہایت تاریکی میں تھی نماز کی جگہ بنادی گئی اور یہ اسمیں نماز پڑھتی رہیں یہاں تک کہ خدا سے جاملیں۔ حافظ ہیثمیؒ نے کہا کہ اس روایت کے راوی صحیح کے راوی ہیں، سوائے عبداللہ بن سوید انصاری کے اور ابن حبان نے انکو معتبر بتایا ہے“۔

(۶) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی پہلی حدیث

” عن عبد الله بن مسعود عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:

---

(۱) مجمع الزوائد ۲/۱۱۸، رقم:۲۱۰۶،مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ بیروت
الثقات لابن حبان ۵/۵۹ ، مطبوعہ: دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد

صلوة المرأة فی بیتها افضل من صلوتها فی حجرتها وصلوتها فی مِخدَعِها افضل من صلوتها فی بیتها "(۱)

ترجمہ:"حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ عورت کی نماز کوٹھری میں بیرونی کمرہ کی نماز سے بہتر ہے اور کوٹھری کے اندر چور گھر (۲) کی نماز کوٹھری کی نماز سے بہتر ہے"۔

(۷) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی دوسری حدیث

"عن ابن مسعود رضی الله تعالی عنه قال: صلوة المرأة فی بیتها افضل من صلاتها فی حجرتها، وصلاتها فی حجرتها افضل من صلاتها فی دارها، وصلاتها فی دارها افضل من صلاتها فی ما سواها. ثم قال: إن المرأة اذا خرجت استشرفها الشیطان" رواه الطبرانی فی الکبیر ورجاله رجال الصحیح (۳)

---

(۱) ابوداؤد، کتاب الصلوة، باب ما جاء فی خروج النساء الی المسجد، ۱/۹٤ رقم الحدیث: ۵۷۰، مطبوعه: دار العلم دیوبند
قال میرك: و سکت علیه هو و المنذری، وقال ابن حجر: باسناد علی شرط مسلم (مرقاة المفاتیح ۳/۸۳۷، مطبوعه: دار الفکر بیروت)

(۲) المخدع: وهو البیت الصغیر الذی یکون داخل البیت الکبیر یحفظ فیه الأمتعة النفیسة(بذل المجهود فی حل سنن أبی داود ۳/٤۲۱، مطبوعه: مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی الهند)
مخدع سے مراد وہ چھوٹا سا چور گھر ہے جو کوٹھری کے اندر اشیائے نفیسہ یا روپیہ پیسہ رکھنے کے لئے بنا لیتے ہیں۔

(۳) المعجم الکبیر للطبرانی، ۵/۷۹، رقم الحدیث: ۹۹٦۹، مطبوعه: دار الکتب العلمیة بیروت
مجمع الزوائد، کتاب الصلاة، باب خروج النساء إلی المساجد وغیر ذلك: ۲/۱۱۹، رقم الحدیث: ۲۱۰۸، مطبوعه: دار الکتب العلمیة بیروت

ترجمہ: ’’حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا: کہ عورت کی کوٹھری کی نماز دالان کی نماز سے بہتر ہے اور دالان کی نماز گھر کے صحن کی نماز سے بہتر ہے اور گھر کے صحن کی نماز اور جگہوں کی نماز سے بہتر ہے۔ پھر کہا: کہ بے شک عورت جہاں نکلی اور شیطان اسکی تاک میں لگا‘‘۔طبرانی نے اسے معجم کبیر میں روایت کیا اور اسکے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

(۸) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تیسری حدیث

’’ وعنه انه كان يحلفُ فيبلغ فى اليمين: ما من مصلى للمرأة خير من بيتها الا فى حج او عمرة الا امرأة قد يئست من البعولة وهى فى منقليها قلت ما منقليها؟ قال امرأة عجوز قد تقارب خطوها‘‘ رواه الطبرانى فى الكبير ورجاله موثقون(۱)

ترجمہ: ’’اور ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ وہ قسم کھاتے تھے اور سخت قسم کھاتے تھے کہ عورت کے لیے اسکی کوٹھری سے بہتر اور افضل کوئی جگہ نماز کی نہیں، مگر حج اور عمرہ میں، سوائے اس عورت کے جو خاوند سے ناامید ہوگئی ہو۔ اور اپنے مُنقَلِین میں ہو، راوی نے پوچھا کہ منقلین میں ہونے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: کہ ایسی بڑھیا کہ ضعف پیری کی وجہ سے اسکے قدم قریب قریب پڑنے لگیں‘‘۔طبرانی نے معجم کبیر میں اسے روایت کیا اور اسکے راوی سب ثقہ ہیں۔

---

(۱) المعجم الكبير للطبرانى، ۵۸۶/۴، رقم الحديث: ۹۳۶۱، مطبوعه: دار الكتب العلمية بيروت

مجمع الزوائد، كتاب الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد و غير ذلك: ۱۲۰/۲، رقم الحديث: ۲۱۱۴، مطبوعه: دار الكتب العلمية بيروت

(۹) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی چوتھی حدیث

”وعـنـه: ماصلت امرأة من صلوة احب الى الله من اشد مكان فى بيتها ظلمة“ رواه الطبرانى فى الكبير ورجاله موثقون.(۱)

ترجمہ: ”اور ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ عورت کی کوئی نماز خدا کو اس نماز سے زیادہ محبوب نہیں جو اس کی تاریک تر کوٹھری میں ہو“۔

(۱۰) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی پانچویں حدیث

وعـن عبـد الـلـه بـن مسعود عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: الـمرأة عورة وانها إذا خرجت استشرفها الشيطان وانها اقرب ما تـكـون الـى الـلـه وهـى فى قعربيتهـا .رواه الـطـبـرانـى ورجـالـه موثقون(۲)

---

(۱) مـجمع الزوائد، كتاب الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد وغير ذلك: ۲/۳۵، رقم الحديث: ۲۱۱۵،مطبوعه: دار الفكر بيروت

نوٹ: یہ روایت مجمع الزوائد کے علاوہ الترغیب والترہیب للمنذری ۱/۲۲۷، مطبوعۃ داراحیاء التراث العربی بیروت میں بھی معجم الکبیر طبرانی کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے، لیکن تلاش بسیار کے باوجود معجم کبیر میں یہ روایت مل نہیں سکی؛ البتہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی دوسری ہم معنی روایت معجم کبیر میں نقل کی گئی ہے، جس کو خود مفتی اعظم حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ نے آگے نقل فرمادیا ہے۔

(۲) الـمـعـجم الكبير للطبرانى، باب من روى عن ابن مسعود رضى عنه إلخ ،۵/۷۹،رقم الحديث: ۹۹۶۹،مطبوعه: دار الكتب العلمية بيروت

مـجـمـع الـزوائـد، كـتـاب الـصـلاة، بـاب خـروج الـنساء إلى المساجد وغير ذلك: ۲/۱۵۶، رقم الحديث: ۲۱۱۶،مطبوعه: دار الكتب العلمية بيروت

ترجمہ: ''اور عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے، فرمایا: کہ عورتیں سرتا پا پردہ کی چیز ہیں اور بیشک جہاں وہ (گھر سے) نکلی شیطان اسکی تاک میں لگا۔ اور بے شک وہ خدا سے زیادہ قریب اسی حالت میں ہوتی ہے، جبکہ اپنی کوٹھری میں ہوتی ہے''۔

اسے طبرانی نے ثقہ راویوں کے طریقہ سے روایت کیا ہے۔

(۱۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی چھٹی حدیث

”وعن عبد الله بن مسعود قال إنما النساء عورة وان المرأة لتخرج من بيتها وما بها من بأس فيستشرفها الشيطان فيقول: انك لاتمرين باحد الاعجبتيه وان المرأة لتلبس ثيابها فيقال: اين تريدين؟ فتقول: أعود مريضاً أو أشهد جنازةً او اصلى فى مسجد وماعبدت امرأة ربها مثل ان تعبده فى بيتها“ .رواه الطبرانى ورجاله موثقون(۱)

ترجمہ: ''اور عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے فرمایا: کہ عورتیں سرتا پا پردہ کی چیز ہیں اور بے شک عورت گھر سے ایسی حالت میں نکلتی ہے کہ اسکے اندر کوئی عیب نہیں ہوتا، پھر شیطان اسکی تاک میں لگ جاتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ تو جس کے سامنے سے گزرے گی، اسے اچھی لگے گی۔ اور بے شک عورت

---

(۱) المعجم الكبير للطبرانى، ٥١٦/٤، رقم الحديث: ٨٨٢٢، مطبوعه: دار الكتب العلمية بيروت

مجمع الزوائد، كتاب الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد وغير ذلك، ١٢٠/٢، رقم الحديث: ٢١١٨، مطبوعه: دار الكتب العلمية بيروت

لباس پہنتی ہے تو گھر والے پوچھتے ہیں کہاں کا ارادہ ہے؟ تو کہتی ہے کسی بیمار کو دیکھنے جاتی ہوں یا موتی میں جاتی ہوں یا مسجد میں نماز کو جاتی ہوں؛ حالانکہ عورت کی کوئی عبادت اس سے بہتر نہیں کہ اپنی کوٹھری میں عبادت کرے"۔

اسے طبرانی نے ثقہ راویوں سے روایت کیا۔

عورتوں کی نماز گھر میں افضل ہے

ان تمام حدیثوں سے مفصلہ ذیل باتیں صراحت ثابت ہوتی ہیں۔

(۱) عورتوں پر جماعت میں حاضر ہونے کی تاکید نہیں؛ بلکہ اس کے برخلاف ان کے لئے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے(۱)۔ (دیکھو تمام احادیث مذکورہ بالا)

زمانہ رسالت میں جماعت میں حاضر ہونا مباح تھا

(۲) عورتوں کا آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں جماعتوں میں حاضر ہونا محض رخصت واباحت کی بناء پر تھا، نہ تاکید یا فضیلت واستحباب کی بنا پر (۲) (دیکھو حدیث نمبر ۴، ۵)

---

(۱) و لا خلاف ان الافضل ان لا یخرج فی صلوة ما (عمدة القاری ۲۷۲/۳، مطبوعه: دار احیاء التراث العربی بیروت)

قال الشیخ: دل الحدیثان الاولیان علی کون الصلوة المرأة فی غیر المسجد افضل منها فی المسجد (اعلاء السنن، کتاب الصلوة، باب منع النساء عن الحضور فی المساجد ٢٦٠/٤، مطبوعه: زکریا دیوبند)

قال الشوکانی: وصلاتهن علی کل حال فی بیوتهن افضل من صلاتهن فی المساجد (نیل الاوطار ١٥٨/٣، مطبوعه: دار الحدیث مصر)

(۲) قال القاری: قال المظهر: فیه دلیل علی جواز خروجهن الی المساجد بالصلوة، لکن فی زماننا مکروه (مرقاة المفاتیح ١٣٤/٣، مطبوعه: زکریا دیوبند)

گھر میں نماز پڑھنے کی ترغیب

(۳) باوجود اس رخصت واباحت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور ارشاد ان کے لئے یہی تھی کہ اپنے گھروں میں نماز پڑھیں اور اس کی ترغیب دیتے تھے اور فضیلت بیان فرماتے تھے۔ (دیکھو حدیث نمبر۴ خصوصاً)

(۴) حدیث نمبر۴ میں اس زیادتی سے جو حافظ ہیثمی نے نقل کی ہے صراحۃً یہ بات ثابت ہے کہ ام حمیدؓ نے آپ کی تعلیم وترغیب پر عمل کرکے مدۃ العمر اپنی کوٹھری کے اندر نماز پڑھی اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا عین اتباع اور آپ کی خواہش کی تعمیل تھی۔

گھر سے عورت کا نکلنا موجب فتنہ ہے

(۵) حدیث نمبر۱۰ سے صراحۃً یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عورت کے گھر سے نکلنے کو محل فتنہ فرماتے ہیں اور اپنی کوٹھری میں رہنا اسکے لئے باعث تقرب الی اللہ۔ اور اسی لئے حدیث نمبر۸ و۹ میں حضرت ابن مسعودؓ مبالغہ سے قسم کھا کر اسکی ہر نماز کو گھر کی کوٹھری میں افضل فرماتے ہیں۔

عورتوں کی افضل نماز

(۶) حدیث نمبر۲ و۳ و۴ میں آنحضرت ﷺ کے ارشاد سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورت کی کوٹھری کے اندر کی نماز دالان کی نماز سے افضل اور دالان کی نماز صحن دار کی نماز سے افضل اور صحن کی نماز مسجد محلّہ کی نماز سے افضل اور مسجد محلّہ کی نماز مسجد نبوی کی نماز سے افضل ہے، پس اس میں کیا شبہ رہا کہ عورتوں کو جماعت میں اور مسجد نبوی میں حاضر ہونا کسی استحباب وفضیلت کی وجہ سے نہ تھا؛ بلکہ محض مباح تھا۔

پس کس قدر افسوس ہے ان لوگوں کے حال پر، جو عورتوں کو مسجد میں بلاتے اور جماعتوں میں آنے کی ترغیب دیتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور آپ کی مرضی ومنشا کے خلاف انہیں تعلیم دیتے اور غضب یہ ہے کہ اسے سنت بتاتے ہیں اور اپنے اس فعل کو احیائے سنت سمجھتے ہیں۔ اگر عورتوں کے لئے جماعتوں میں حاضر ہونا سنت ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد کی نماز سے مسجد محلّہ کی نماز کو اور مسجد محلّہ کی نماز سے گھر کی نماز کو افضل کیوں فرماتے؟۔ کیونکہ اس صورت میں گھر میں تنہا نماز پڑھنا عورتوں کے لئے ترک سنت ہوتا، تو کیا ترک سنت میں ثواب زیادہ تھا اور سنت پر عمل کرنے میں کم۔ اور کیا رسول ہے عورتوں کو گھر میں نماز پڑھنے کی ترغیب دے کر، گویا ترک سنت کی ترغیب دیتے تھے؟۔ شاید یہ لوگ اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بزرگ اور اپنی مسجدوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف سے زیادہ افضل سمجھتے ہیں۔

(۷) مسجد نبوی میں ایک نماز پر بروایت حضرت انسؓ پچاس ہزار نماز کا ثواب ملتا ہے۔

(۱۲) حضرت انسؓ کی حدیث

”عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صلوة الرجل فى بيته بصلوة –الى قوله عليه السلام– وصلوته فى مسجدى بخمسين الف صلوة، الحديث“.(۱)

(۱) سنن ابن ماجة، كتاب الصلاة، باب ماجاء فى الصلاة فى المسجد الجامع، : ۴۳۵ ،رقم الحديث:۱۴۱۳ ، مطبوعه: دار العلم ديوبند
مشكلة المصابيح، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الثالث: ۷۲/۱ ، مطبوعه: دار الكتاب ديوبند
قال البوصيرى: هذا اسناد ضعيف ابو الخطاب الدمشقى لا نعرف حاله (مصباح الزجاجة فى زوائد ابن ماجه ۱۵/۲ ، مطبوعه: دالعربية بيروت) ←

ترجمہ: ’’حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ آدمی کی نماز گھر میں ایک ہی نماز شمار ہوتی ہے (الی قولہ) اور اسکی نماز میری مسجد میں پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہوتی ہے‘‘۔

جب کہ مسجد نبوی کی اس فضیلت کے باوجود عورت کی مسجد محلّہ کی نماز مسجد نبوی کی نماز سے افضل فرمائی گئی، اور گھر کی نماز مسجد محلّہ کی نماز سے افضل بتائی گئی اور دالان کی نماز صحن کی نماز سے افضل اور کوٹھری کی نماز دالان کی نماز سے افضل ہوئی تو اس سے نہایت واضح طور پر یہ بات ثابت ہوگئی کہ عورت جس قدر اپنے پردہ اور تستر کی جگہ سے دور ہوتی جاتی ہے اسی قدر ثواب کم ہوتا جاتا ہے اور یہ کیوں؟ صرف اس لئے کہ جس قدر گھر سے دوری ہوتی جائے گی فتنہ کا احتمال قوی ہوتا جائے گا، ورنہ کمی ثواب کی کوئی وجہ نہیں۔ دیکھو! مردوں کے دور جانے میں چونکہ یہ احتمال فتنہ نہیں ہے؛ اس لئے دور جانے سے ثواب زیادہ ہوتا ہے۔

(۱۳) حضرت ابو موسی اشعریؓ کی حدیث

’’عن أبی موسی الأشعری رضی الله تعالی عنه، قال: قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: أعظم الناس أجراً فی الصلاة أبعدهم فأبعدهم ممشی‘‘ (۱)

ترجمہ: ’’حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

← قال القاری: رواته ثقاة إلا ان ابا الخطاب الدمشقی لم یحضرنی الآن ترجمته (مرقاة المفاتیح ۶۲۹/۲، مطبوعه: دار الکتب العلمیة بیروت

(۱) بخاری، کتاب الأذان، باب فضل صلاة الفجر فی الجماعة ۱۷۱/۱، رقم الحدیث: ۶۵۱، مطبوعه: دار العلم دیوبند

مسلم، کتاب المساجد، باب فضل کثرة الخطا إلی المساجد: ۳۰۵/۱، رقم الحدیث: ۱۵۱۲، مطبوعه: دار العلم دیوبند

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ثواب میں وہ لوگ بڑھے ہوئے ہیں جو نماز کے لئے دور سے آتے ہیں اور ان سے زیادہ، جو ان سے زیادہ دور سے آتے ہیں''۔

(۱۴) حضرت جابرؓ کی حدیث

''وعن جابر رضی الله تعالی عنه، قال: قال النبی صلی الله تعالی علیه وسلم: لبنی سلمة حین أرادوا أن ینتقلوا قرب المسجد دیارکم تکتب اثارکم، دیارکم تکتب اثارکم انتهی مختصراً. (۱)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب بنی سلمہ نے مسجد نبوی کے قریب آجانے کا ارادہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کہ اپنے گھروں میں رہو، دور سے آنے میں تمہارے قدموں کا ثواب لکھا جائے گا، مکرر یہی فرمایا''۔

پھر یہ رخصت واباحت بھی ان شرطوں کے ساتھ مشروط تھی کہ عورت خوشبو لگا کر نہ جائے، لباس فاخرہ پہن کر نہ نکلے، بجتا ہوا زیور پہن کر نہ آئے۔ دیکھو احادیث ذیل:

(۱۵) حضرت زینب ثقفیہؓ کی پہلی حدیث

''عن زینب الثقفیة رضی الله تعالی عنها، عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم: إذا خرجت إلی العشاء فلا تمسن طیباً''(۲)

(۱) مسلم، کتاب المساجد، باب فضل کثرة الخطا إلی المساجد: ۱/۳۰۵، رقم الحدیث: ۱۵۱۸، مطبوعه: دارالعلم دیوبند

(۲) الإحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الصلاة، ذکر الشرط الثالث الذی أبیح مجیء النساء إلی المساجد باللیل، ذکر الزجر عن مس المرأة الطیب إلخ، ←

ترجمہ: ''زینب ثقفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ عورت جب عشاء کی نماز کے لئے نکلے تو ہرگز خوشبو نہ لگائے''۔

(۱۶) حضرت زینب ثقفیہؓ کی دوسری حدیث

"وعنها، عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم: إذا شهدت إحداكن العشاء فلا تطيب تلك الليلة"(۱)

ترجمہ: اور انہیں زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جب تم میں سے کوئی عورت عشاء کی نماز میں جانے کا ارادہ کرے تو اس رات خوشبو نہ لگائے''۔

(۱۷) حضرت زینب ثقفیہؓ کی تیسری حدیث

"وعن زينب امرأة عبد الله رضی الله تعالی عنه – قالت: قال لنا

➔ ۵/ ۵۹۰، رقم الحديث: ۲۲۱۲، مطبوعه: مؤسسة الرسالة بيروت .
قال شعيب الارنؤوط: فی تحقيق الإحسان فی تقريب صحيح ابن حبان: إسناده حسن. محمد بن عبد الله بن عمرو بن هشام: روى عنه جمع... وقد توبع عليه، وباقی رجال السند ثقات رجال الشيخين غير منصور بن أبی مزاحم، فإنه من رجال مسلم .
كنز العمال، كتاب الصلاة، فصل فی خروج النساء إلى المساجد: ۷/ ۶۷۸، رقم الحديث: ۲۰۸۷۶، مطبوعه: دار الكتب العلمية بيروت

(۱) مسلم، كتاب الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد: ۱/ ۲۳۵، رقم الحديث: ۹۹۵، مطبوعه: دار العلم ديوبند

رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: إذا شهدت إحداكن المسجد فلاتمس طيباً"(۱)

ترجمہ: ''اورعبداللہؓ کی بیوی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ہم عورتوں سے فرمایا: کہ جب تم میں سے کوئی عورت مسجد میں آئے تو خوشبو نہ لگائے''۔

(۱۸) حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث

"وعن أبى هريرة رضى الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: لا تمنعوا إماء الله مساجد الله، ولكن ليخرجن وهن تفلات"(۲)

"(وهن تفلات) أى: غير متطيبات يقال:امرأة تفلة إذا كانت متغيرة الريح، كذا قال ابن عبدالبر وغيره، قاله الشوكانى .وفى المعالم: التفل سوء الرائحة، يقال: امرأة تفلة إذا لم تطيب"(۳)

"ويلحق بالطيب ما فى معناه من المحركات لداعى الشهوة كحسن الملبس والتحلى الذى يظهر أثره والزينة الفاخرة"(۴)

---

(۱) مسلم، كتاب الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد:۱/۲۳۵، رقم الحديث: ۹۹٦، مطبوعه: دارالعلم ديوبند

(۲) سنن ابى داود، كتاب الصلاة، باب ماجاء فى خروج النساء إلى المسجد:۱/۹٤، رقم الحديث: ٥٦٥، مطبوعه: دارالعلم ديوبند
قال الهيثمى: رواه احمد و البزار و الطبرانى فى الكبير و اسناده حسن (مجمع الزوائد ۲/۱۱۷، رقم الحديث: ۲۰۹۸، مطبوعه: دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) عون المعبود كتاب الصلاة، باب ماجاء فى خروج النساء إلى المسجد ،۲/۱۹۲، مطبوعه:دار الكتب العلمية بيروت

(٤) عون المعبود، كتاب الصلاة، باب ماجاء فى خروج النساء إلى المسجد ،۲/۱۹۲، مطبوعه: دار الكتب العلميةر بيروت

ترجمہ:"اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تم خدا کی بندیوں کو خدا کی مسجدوں سے نہ روکو، لیکن وہ ایسی حالت میں جائیں کہ میلی کچیلی ہوں"۔

"قوله" و هن تفلات" یعنی تفلات کے معنی یہ ہیں کہ خوشبو لگائے ہوئے نہ ہوں۔"امرأة تفلة" اس عورت کو کہا جاتا ہے جو متغیرۃ الرائحہ ہو۔اسی طرح ابن عبد البرؒ نے کہا ہے(۱) یہ شوکانیؒ کا بیان ہے(۲)۔اور معالم میں ہے کہ "تفل" کے معنی "ناگوار بو" کے ہیں۔"امرأة تفلة" جب کہا جاتا ہے کہ خوشبو لگائے ہوئے نہ ہو"

"اور خوشبو کے حکم میں تمام وہ چیزیں شامل ہیں جو خواہشات نفسانی کو حرکت میں لانے والی ہیں، جیسے عمدہ لباس اور وہ زیور جس کے آثار ظاہر ہوں اور پر تکلف زینت"۔

عورتوں کے لئے مسجد میں آنے کی شرطیں

ان حدیثوں سے صراحۃً یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورتوں کو مسجد میں آنے کی جو اجازت اور رخصت تھی وہ ان قیود وشرائط کے ساتھ تھی۔تو ظاہر ہے کہ ان شرطوں پر عمل نہ ہونے کی حالت میں ان کے لئے اجازت دینا، گویا خلاف حکم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اجازت دینا ہے۔کیا کوئی کہ سکتا ہے کہ آج کل مساجد میں جانے والی اور عیدین میں حاضر ہونے والی عورتیں ان قیود وشروط پر عمل کرتی ہیں؟ کیا وہ عمدہ لباس زیب تن کر کے

---

(۱) قال ابن عبد البر: المتفلة المتغيرة الريح بغير الطيب (الاستذكار ٤٦٧/٢، مطبوعه: دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الشوكاني: غير متطيبات، يقال: امرأة تفلة اذا كانت متغيرة الريح (نيل الاوطار ١٥٧/٣، مطبوعه: دار الحديث مصر)

نہیں جاتیں؟ کیا بجتا ہوا زیور پہنے ہوئے نہیں ہوتیں؟ اور کیا وہ میلے کچیلے متغیر الرائحہ کپڑوں میں جانے کے حکم پر عمل کرتی ہیں؟ اگر کوئی شخص خواہ خواہ زبردستی سے یہ دعوی کرے کہ ہاں! ایسا ہی کرتی ہیں تو اس کے جواب کے لئے ناظرین آگے آنے والی فصل سوم کو ملاحظہ فرمائیں۔ لیکن منصف مزاج جو ہٹ دھری کو برا سمجھتے ہیں وہ یقیناً انہی شروط کا خلاف دیکھ کر اور سبھی احکام نبویہ کی مخالفت کا مشاہدہ کر کے یہیں سے سمجھ لیں گے کہ آج کل عورتوں کے لئے وہ اباحت اس وجہ سے نہیں رہی، کہ وہ شروط اباحت پر عمل نہیں کرتیں۔ اور ان سے عمل کرانا بھی مشکل ہے۔

❖ ❖ ❖

تکملہ

مردوں کے لئے جماعت سنت مؤکدہ ہے

اگر چہ ان تمام حدیثوں کے دیکھنے کے بعد کسی سمجھ دار شخص کو اس میں شبہ نہیں رہے گا، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتوں کا جماعتوں میں حاضر ہوتا محض رخصت واباحت کے طور پر تھا، نہ کہ فضیلت واستحباب کے طور پر کے طور پر(۱)؛ لیکن آج کل کے مدعیان عمل بالحدیث لوگوں کو یہ سمجھاتے ہیں کہ عورتوں کا جماعتوں میں جانا عیدین میں حاضر ہونا سنت ہے؛ بلکہ سنت بھی مؤکدہ ہے۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ سنت مؤکدہ اسے کہتے ہیں جس کے تارک پر ملامت ہوتی ہے اور ترک پر اصرار کرنے والا مستحق سزا ہوتا ہے(۲) جیسے جماعت کہ مردوں کے لئے سنت موکدہ ہے(۳) اگر کوئی شخص جماعت میں حاضر نہ ہوتو مستحق ملامت ہوگا اور ترک پر اصرار کرنے والا اور ترک کی عادت ڈالنے والا مستحق سزا ہوگا۔

---

(۱)　قال القاری:قال المظهر: فيه دليل على جواز خروجهن الى المساجد بالصلوة، لكن فی زماننا مكروه (مرقاة المفاتيح ۳/ ۱۳٤ ،مطبوعه: زكريا ديوبند)

(۲)　حكمها: ما يوجر على فعله، و يلام على تركه (درمختار مع رد المحتار، كتاب الطهارة، سنن الوضو ۱/ ۳٤۳،مطبوعه: مكتبه اتحاد ديوبند)

وفی البحر: وفی تركه عتاب لا عقاب (البحر الرائق ۱/ ۳٦،مطبوعه: زكريا ديوبند)

(۳)　و الجماعة سنة مؤكدة للرجال (شامی، كتاب الصلوة، باب الامامة ۳/ ٤۹۹، مطبوعه: اتحاد بكڈپو ديوبند)

جماعت میں حاضر نہ ہونے پر جلانے کا ارادہ

رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں حاضر نہ ہونے والوں کو جلا دینے کا ارادہ فرمایا۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ انہوں نے جماعت عشاء میں حاضر نہ ہونے کی عادت کر لی تھی، پس اگر عورتوں کے لئے جماعت سنت مؤکدہ ہوتی تو ام حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنہوں نے مدۃ العمر گھر کی کوٹھری میں نماز پڑھی مستحق سزا ہوتیں (۱)؛ بلکہ اگر جماعت عورتوں کے لئے مستحب اور افضل بھی ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو گھر میں نماز پڑھنے کی ترغیب نہ دیتے، حالانکہ وہ آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کی رغبت اور خواہش رکھتی تھیں (۲)۔

غیر مقلدین کے دلائل

اس گروہ کی غلط بیانی کے طلسم کو توڑنے کے لئے ہم ان حدیثوں کو یہاں پر ذکر

---

(۱) فأمرت فبنی لها مسجد فی اقصی بیت فی بیتها و أظُلَمِه فكانت تصلی فیه حتی لقیت الله عز وجل (مجمع الزوائد ۲/۳۳ الرقم:۲۱۰۷، مطبوعه: دارالكتب العلمیة بیروت)

(۲) عن ام حمید امرأة ابی حمید الساعدی عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال لها: قد علمتُ أنَّكِ تحبین الصلوة معی وصلوتك فی بیتك خیرٌ من صلوتك فی حجرتك وصلوتك فی حجرتك خیرٌ من صلوتك فی دارك وصلوتك فی دارك خیر من صلوتك فی مسجد قومك وصلوتك فی مسجد قومك خیر من صلوتك فی مسجدی(مسند احمد ۴۵/۳۷، رقم الحدیث: ۲۷۰۹۰ ، مطبوعه: مؤسسة الرسالة)

قال الهیثمی: رواه احمد ورجاله الصحیح غیر عبد الله بن سوید الانصاری، وثقه ابن حبان (مجمع الزوائد ۲/۳۳ الرقم:۲۱۰۷)، قال الحافظ: اسناد احمد حسن (فتح الباری ۲/۳۴۹ مطبوعه: دارالمعرفة بیروت)

کرتے ہیں جنہیں یہ عمل بالحدیث کا دعویٰ کرنے والے لوگوں کو سنا سنا کر عورتوں کا جماعتوں میں حاضر ہونا سنت بتاتے ہیں اوران احادیث نبویہ کے صحیح معنی پیش کرتے ہیں، جن سے ناظرین انصاف پسند خود موازنہ کرلیں گے کہ ان مدعیان عمل بالحدیث کا دعوی ان حدیثوں سے کہاں تک ثابت ہوتا ہے۔

(۱۹) حدیث

”لا تمنعوا النساء حظوظهن من المساجد إذا استأذنكم“(۱)

ترجمہ: ”عورتوں کے مساجد میں حصوں کو نہ روکو، جب وہ اجازت مانگیں“۔

(۲۰) حدیث

”لا يمنعن رجل أهله أن يأتوا المسجد“(۲)

ترجمہ: ”کوئی شخص اپنے اہل کو مسجد میں جانے سے نہ روکے“۔

(۲۱) حدیث

”لاتمنعو نساء كم المساجد “(۳)

---

(۱) عن عبد الله بن عمرؓ،مسلم، كتاب الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد:۱/ ۲۳۵، رقم الحديث:۹۸۸، مطبوعه: دارالعلم ديوبند

(۲) عن عبد الله بن عمرؓ، مسند أحمد، حديث عبدالله بن عمر رضى الله تعالى عنهما، ۵۲۷/۸، رقم الحديث:۴۹۳۳، مطبوعه:موسسة الرسالة.

قال شعيب الارنووط على هامشه:اسناد صحيح، رجاله ثقات.

عن عبد الله بن عمرؓ، المعجم الكبير للطبراني،۶/ ۲۳۴،رقم الحديث:۱۳۲۲۳،مطبوعه: دارالكتب العلمية بيروت

(۳) عن عبد الله بن عمرؓ،سنن أبى داود، كتاب الصلاة، باب ماجاء فى خروج ←

ترجمہ:''اپنی عورتوں کو مسجد سے نہ روکو''۔

(۲۲) حدیث

إذا استأذنت امرأة أحدكم إلى المسجد فلا يمنعها(۱)

ترجمہ:''جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد جانے کی اجازت مانگے تو ہرگز اسے منع نہ کیا جائے''۔

غیر مقلدین کے دلائل کا حاصل

یہ حدیثیں''عید احمدی'' میں اسی طرح لکھی ہیں، ہم نے بعینہ اسی سے یہاں نقل کردی ہیں، لیکن ان حدیثوں میں کیا ہے؟ صرف یہ کہ خاوندوں کو عورتوں کو مسجد میں جانے سے روکنے کی ممانعت ہے، ان حدیثوں سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ عورتوں کو مسجدوں میں جانا مستحب یا سنت مؤکدہ ہے، عورتوں کو چونکہ آپ کے زمانے میں مسجدوں میں جانا مباح تھا تو اس اباحت ورخصت سے فائدہ اٹھانے کا حق انہیں حاصل تھا، اس لئے مردوں کو ان کے روکنے سے منع فرمایا؛ تاکہ ان کا یہ حق زائل نہ ہو۔

← النساء إلى المسجد: ۱/ ۹٤،رقم الحديث: ٥٦٧، مطبوعه: دار العلم ديوبند وزاد بعده: "و بيوتهن خير لهن"

قال القاری: لم يضعفه و لا المنذری (مرقاة المفاتيح ٣/ ٨٣٧ ، مطبوعه: دار الفكر بيروت)

(۱) عن سالم عن ابيه، بخاری، كتاب الصلاة، باب استئذان المرأة زوجها بالخروج إلى المسجد: ۱/ ۲۰٤، رقم الحديث: ٨٧٣، مطبوعه: دار العلم ديوبند

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں: ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دور نبوی میں بھی عورتیں عام طور پر نماز کے لئے مسجد نہیں آتی تھیں۔ (لامع الدراری ۳/ ۴۳۷، مطبوعہ: المکتبۃ الامدادیۃ مکہ)

اجازت تعلیم کے لئے تھی

دوسرے یہ کہ اس وقت عورتوں کے مسجد میں آنے کا ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ عورتوں کو تعلیم کی بہت حاجت تھی اور اس بات کی ضرورت تھی کہ وہ مسجد میں حاضر ہو کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افعال نماز کو دیکھیں اور اگر کوئی بات پوچھنی ہو تو خود پوچھ لیں۔(۱)

زمانہ رسالت فتنہ وفساد سے مامون تھا

تیسرے یہ کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مبارک زمانہ فتنہ وفساد سے مامون تھا، اس لئے اس وقت مردوں کا عورتوں کو روکنا خوف فتنہ کی وجہ سے نہ ہوتا؛ بلکہ محض شیخی اور تکبر کی بناء پر ہوتا، لہذا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مردوں کو فرمایا: کہ عورتوں کو نہ روکیں۔(۲)

---

(۱) وقيل: لأن الغرض من حضور هن كان ليتعلمن الشرائع ولا احتياج إلى ذلك في زمانـنا لشيوعها والتستر بهن أولى (لمعات التنقيح كتاب الصلاة، باب الجماعة وفضلها، الفصل الأول:۳/ ۲۰۳،مطبوعه: دارالنوادر دمشق)

(۲) منها ما إذا كان خوف فتنة كامرأة أصابت بخوراً ولا اختلاف بين قوله صلى الله تعالى عليه وسلم إذا استأذنت امرأة أحدكم إلى المسجد فلا يمنعها وبين ماحكم به جمهور الصحابة من منعهن إذ المنهى الغيرة التى تنبعث من الأنفة دون خوف الفتنة والجائز مافيه خوف الفتنة، وذلك قوله صلى الله تعالى عليه وسلم "الغيرة غيرتان" الحديث، وحديث عائشة "إن النساء أحد ثن "الحديث.(حجة الله البالغة ، اعذار ترك الجماعة ۲/ ۸۸، مطبوعه: مكتبه حجاز ديوبند)

مسجد جانے کے لئے شوہر کی اجازت

(۲۳) حدیث

”عن ابن عمر رضی الله تعالی عنهما، عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم قال: ائذنوا للنساء باللیل إلی المساجد“ (۱)

ترجمہ: ”حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ عورتوں کو رات میں مسجد جانے کی اجازت دو“۔

(۲۴) حدیث

”عن ابن عمر رضی الله تعالی عنهما، عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم قال: إذا استأذنکم نساء کم باللیل إلی المسجد فأذنوا لهن“ (۲)

ترجمہ: ”حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب تمہاری عورتیں رات کو مسجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو اجازت دے دو“۔

ان حدیثوں سے بھی صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کو مسجد میں جانے کی رخصت واجازت تھی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر عورتوں کو جانا ضروری

---

(۱) بخاری، کتاب الجمعة، باب هل علی من لایشهد الجمعة غسل من النساء الخ ۱/۲۰۷، رقم الحدیث: ۸۹۹، مطبوعه: دار العلم دیوبند

(۲) بخاری، کتاب الصلاة، باب خروج النساء الی المساجد باللیل و الغلس ۱/۲۰۳، رقم الحدیث: ۸۶۵، مطبوعه: دار العلم دیوبند

ہوتا تو خاوندوں سے اجازت مانگنے کی قید نہ ہوتی۔(۱) کیونکہ ضروری عبادات کے لئے اجازت مانگنا ضروری نہیں۔ نیز اس سے استحباب بھی ثابت نہیں ہوتا(۲)۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

زمانہ رسالت میں عیدین میں جانے کی اجازت

(۲۵) حدیث

"عن ابن عباس رضی الله تعالى عنهما، أن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم كان يخرج بناته ونسائه فى العيدين". (۳)

---

(۱) قال الحافظ: وفيه إشارة إلى أن الإذن المذكور لغير الوجوب لأنه لو كان واجبا لا تنفى معنى الاستئذان(فتح البارى، كتاب الأذان، باب خروج النساء إلى المساجد ٣٤٨/٢،مطبوعه: دار المعرفة بيروت)

(۲) أن الإذن المذكور لغير الواجب، لأنه لو كان واجبا لاتنفى معنى الاستئذان (عمدة القارى ٦/ ١٥٧، مطبوعه: دار احياء التراث العربى بيروت)

(۳) السنن الكبرى للبيهقى، كتاب صلاة العيدين، باب خروج الصبيان إلى العيد٣/ ٤٣٠، رقم الحديث: ٦٢٤٥، مطبوعه: دار الكتب العلمية بيروت

سنن ابن ماجة، كتاب إقامة الصلوات والسنة فيها، باب ماجاء فى خروج النساء فى العيدين ١/ ٤٠٧، رقم الحديث: ١٣٠٩، مطبوعه: دار العلم ديوبند

التلخيص الحبير، كتاب صلاة العيدين: ١٩٢/٢،مطبوعه: دار الكتب العلمية بيروت

قال الحافظ البوصيرى: هذا اسناد ضعيف لتدليس الحجاج بن ارطاة (مصباح الزجاجة فى زوائد ابن ماجه ١/ ١٥٥، مطبوعه: دار العربية بيروت)

ابن عباسؓ کی روایت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات بھی مسجد کی جماعت میں شریک ہوتی تھیں اور بعض حضرات نے احناف کے خلاف اس سے استدلال کیا ہے، صحیح بات یہ ہے کہ ←

عورتوں کا مسجد جانا سنت نہیں ہے

اس روایت سے بھی صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

➔ اس روایت کو علامہ بوصیریؒ نے ضعیف قرار دیا ہے جیسا کہ گزر گیا اور بوصیری فرماتے ہیں کہ اصل روایت صحیحین میں حضرت ام عطیہؓ سے مروی ہے اور اس میں ازواج مطہرات کا عیدین میں شریک ہونا مذکور نہیں ہے:

"وأصله في الصحيحين عن أم عطية"

(مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجه ۱/۱۵۵، مطبوعه: دار العربية بيروت)

حضرت ام عطیہ کی روایت اس طرح ہے:

"كنا نؤمر أن نخرج يوم العيد، حتى نخرج البكر من خدرها، حتى تخرج الحيض، فيكن خلف الناس، فيكبرن بتكبيرهم، ويدعون بدعائهم، يرجون بركة ذلك اليوم وطهرته" (بخاری، کتاب العيدين، باب التكبير ايام منى، رقم الحديث: ۹۷۱)

یہ روایت دیگر الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کی نہایت تفصیل کے ساتھ وضاحت فرمائی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطرات، بیٹیاں، باندیاں اور اہل بیت کے گھر آنے جانے والی خواتین، کسی کے بارے میں بھی یہ منقول نہیں ہے کہ وہ جمعہ کی نماز کے لئے مسجد آتی ہوں؛ حالانکہ مردوں پر جمعہ کی نماز دوسری نمازوں کے مقابلہ وجوب میں بڑھی ہوئی ہے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواتین میں سے کسی کا بھی جمعہ کی نماز کے علاوہ دیگر نمازوں میں بھی شرکت کرنا ثابت نہیں ہے، نہ رات میں، نہ دن میں اور نہ مسجد قباء میں؛ جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی سوار ہو کر اور کبھی پیدل مسجد قباء تشریف لے جاتے تھے، حقیقت ہے کہ ازواج مطہرات خیر کی زیادہ حریص اور زیادہ جاننے والی تھیں، آگے امام شافعی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ میرے علم کے مطابق سلف میں سے کسی نے بھی اپنی بیوی کو جمعہ کی نماز اور رات دن کی کسی نماز کی جماعت میں شرکت کا حکم نہیں دیا، اگر عورتوں کے لئے مسجد کی جماعت میں شرکت کرنے میں کوئی فضیلت ہوتی تو اسلاف امت ضرور عورتوں کو اجازت دیتے۔ (اختلاف الحديث مع كتاب الام ۸/۶۲۵، باب خروج النساء إلى المساجد، مطبوعه: دار المعرفة بيروت)

کے زمانے میں عورتوں کوعیدین میں جانے کی رخصت واباحت تھی اورآنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اپنی صاحبزادیوں اور بیویوں کوعیدین میں لے جاتے تھے،لیکن صرف لے جانے کےثبوت سے استحباب یاسنت ہونے کا ثبوت نہیں ہوسکتا(۱)۔اس کی نظیرمندرجہ ذیل حدیث ہے:

(۲۶) حدیث

”عن عائشة رضی الله تعالی عنها کان النبی صلی الله تعالی علیه وسلم یقبل ویباشر وهو صائم وکان أملککم لأربه“(۲)

ترجمہ:”حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں اپنی بعض ازواج کا بوسہ لیتے تھے اورآپ اپنی خواہش پرتم سب سے زیادہ قابورکھتے تھے“۔

اورایک روایت میں ہے۔:

”حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:کہ تم میں کون شخص اپنی خواہش

---

(۱) قال الحافظ: وذکرالصیدلانی: أن الرخصة فی خروجهن وردت فی ذلك الوقت و اما الیوم فیکره (التلخیص الحبیر، کتاب صلاة العیدین: ۲/۱۹۳، مطبوعه: دارالکتب العلمیة بیروت)

(۲) بخاری، کتاب الصوم، باب المباشرة للصائم: ۱/۳۶۸، رقم الحدیث:۱۹۲۷، مطبوعه:دارالعلم دیوبند

مسلم، کتاب الصیام، باب بیان أن القبلة فی الصوم لیست محرمة علی من لم تحرك شهوته۱/۴۵۸، رقم الحدیث: ۲۵۷٤، مطبوعه:دارالعلم دیوبند

التلخیص الحبیر کتاب الصیام، بحث فی حدیث أفطر الحاجم الخ۲/٤۲۳،رقم الحدیث: ۸۸۹، مطبوعه:دارالکتب العلمیة بیروت

پر اس قدر قابو رکھتا ہے جس قدر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رکھتے تھے‘‘۔

اس حدیث سے باوجود ثبوت فعل آنخضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بحالت روزہ بیوی کا بوسہ لینا سنت یا مستحب ہے، بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اشارہ یہ بتاتی ہیں کہ لوگوں کو ایسا نہ کرنا بہتر ہے؛ کیونکہ آنخضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اپنے نفس پر قادر تھے، اس لئے بوسہ سے تجاوز کرنے کا احتمال نہ تھا۔ اور لوگوں میں چونکہ نفس پر قادر ہونے کی صلاحیت کم ہے، اس لئے تجاوز کا احتمال قوی ہے، ان کو اس سے پرہیز کرنا افضل ہے۔

ناپاک عورتوں کو عیدین میں لے جانا

(۲۷) حدیث

”قالت أم عطية رضى الله تعالى عنها: أمرنا أن نخرج، فنخرج الحيّض والعواتق وذاوت الخدور، فأما الحُيّض فيشهدن جماعة المسلمين ودعوتهم، ويعتزلن مصلاهم“(١)

---

(١) بخاری میں بعینہ یہ الفاظ موجود نہیں ہیں، بخاری میں روایت اس طرح ہے:
عن أم عطية رضى الله تعالى عنها قالت: أمرنا أن نخرج العواتق ذوات الحدور وزاد فى حديث حفصة قال وقالت العواتق وذوات الخدور، ويعتزلن الحيض. (بخارى، كتاب العيدين، باب خروج النساء الخ ١/٢١٩، رقم الحديث: ٩٧٤، مطبوعه: دار العلم ديوبند– مسلم، كتاب العيدين: ١/٣٧٧، رقم الحديث: ٢٠٥٢، مطبوعه: دار العلم ديوبند)
عن أم عطية رضى الله تعالى عنها قالت: أمرنا بالخروج فى العيدين، ونخرج الحيض والعوائق وذوات الخدور إلخ (معجم الكبير للطبرانى ١٠/٤١٩، رقم الحديث: ٢٠٦٢٥، مطبوعه: دار الكتب العلمية بيروت

ترجمہ: ’’ام عطیہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ ہم کو حکم کیا گیا کہ خود بھی جائیں اور حائضہ اور جوان اور پردہ نشین عورتوں کو بھی عید گاہ میں لے جائیں، لیکن حائضہ عورتیں صرف مجمع اور دعا میں شریک رہیں اور نماز کی جگہ سے علیحدہ رہیں‘‘۔

(۲۸) حدیث

”عـن أم عطية رضى الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الـله تعالى عليه وسلم اخرجوالعواتق ذوات الخدور يشهدن العيد ودعوة المسلمين، وليجتنبن الحيّض مصلى الناس “(۱)

ترجمہ: ’’ام عطیہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جوان عورتوں اور پردہ نشینوں کو نکالو (یا لے جاؤ) یہ سب عید اور دعا میں حاضر رہیں اور حائضہ عورتیں نماز کی جگہ سے علیحدہ رہیں‘‘۔

صیغہ امر وجوب کے لئے نہیں ہے

یہ دونوں حدیثیں آج کل کے عاملان بالحدیث کی قوی سے قوی دلیلیں ہیں، کیونکہ ان میں امر کا لفظ اور صیغہ موجود ہے جس سے وہ تاکید یا کم ازکم استحباب ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ ان حدیثوں کا اصل مفہوم سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں۔ ہم اس کی پوری وضاحت بیان کرتے ہیں: واضح ہو کہ امر کا صیغہ تین معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے(۲)، کبھی اس سے

---

(۱) ابـن مـاجة، كتـاب الـصـلاة، باب ماجاء في خروج النساء في العيدين ۲/۳٤۱، رقم الحديث:۱۳۰۷، مطبوعه: دار الرسالة العالمية

قال شعيب الارنووط في هامشه: اسناد صحيح.

(۲) یعنی تین معنوں میں زیادہ استعمال ہوتا ہے، ورنہ امر کے صیغہ کا استعمال سولہ معنوں میں ہوتا ہے۔ ←

وجوب مراد ہوتا ہے جیسے: **اقیموا الصلوۃ** (۱) اور کبھی استحباب جیسے "**فکلوا منها واطعموا القانع والمعتر**" (۲) اور کبھی اباحت جیسے "**وإذا حللتم فاصطادو**" (۳) اور "**کلوا واشربوا**" (۴) اگر چہ امر کی اصل وجوب ہے لیکن جب قرائن سے ثابت ہو جائے کہ وجوب مراد نہیں تو استحباب یا اباحت کی طرف رجوع کیا جاتا ہے (۵)۔

اب یہاں پر یہ دیکھنا ہے کہ عیدین میں عورتوں کے جانے کے بارے میں جو امر کا صیغہ اختیار کیا گیا ہے اس میں اس سے کیا مراد ہے؟ تو یاد رہے کہ وجوب تو یقین مراد نہیں، کیونکہ اس کا کوئی قائل نہیں کہ عیدین میں عورتوں کا جانا فرض ہے۔ (وجوب سے مراد اس موقع پر فرضیت ہی ہے) عیدین کی نماز بھی اور عیدین میں جانا بھی مردوں پر تو فرض ہے نہیں (٦)۔ پھر عورتوں پر فرض ہونے کے کیا معنی؟ اور چونکہ مدعیان عمل بالحدیث بھی فرضیت کے قائل نہیں، اس لئے ہمیں اس کے متعلق مزید بیان کی حاجت نہیں۔

➔ إن الأمر يستعمل لستة عشر معنى كالوجوب والإباحة و الندب (نور الأنوار، بحث الأمر ٣٤، مطبوعه: دارالسلام ديوبند)

(۱) البقرۃ:۴۳، ترجمہ: نماز قائم کرو۔

(۲) الحج:۳٦، ترجمہ: (قربانی کے گوشت میں سے) ان محتاجوں کو بھی کھلاؤ جو صبر سے بیٹھے ہیں اور ان کو بھی جو اپنی حاجت ظاہر کریں۔

(۳) المائدۃ:۲، ترجمہ: اور جب تم احرام کھول دو تو شکار کر سکتے ہو۔

(٤) الأعراف:۳۱، ترجمہ: کھاؤ اور پیو۔

(٥) وعندنا الوجوب حقيقة الأمر فيحمل عليه مطلقه مالم تقم قرينة خلافه، وإذا قامت قرينة يحمل عليه على حسب المقام، (نور الأنوار، بحث الأمر، ٣٤ مطبوعه: دار السلام ديوبند)

(٦) و يجب صلاة العيد على كل من تجب عليه صلاة الجمعة (الهداية، كتاب الصلاة، باب العيدين)

صیغہ امر استحباب کے لئے بھی نہیں ہے

اب رہا دوسرا احتمال کہ امر استحباب کے لئے ہو تو ہم کہتے ہیں کہ یہ بھی نہیں۔ اور اس کی کئی دلیلیں ہیں:

اول یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وہ صریح ارشاد ملاحظہ کرو، جن میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورت کو کوٹھری کی نماز کو مسجد کی نماز سے افضل فرماتے ہیں اور اسی فصل میں ہم مفصل طور پر نقل کر چکے ہیں۔ آنحضرت کا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی مسجد کی نماز سے (جس میں پچاس ہزار نماز کا ثواب ہے) عورتوں کی کوٹھری کی نماز کو کئی درجہ افضل اور بہتر فرماتے ہیں اور اس کے سوا اس کی کوئی وجہ نہیں کہ عورت جس قدر اپنے حیّز استتار اور پردہ کی جگہ سے دور ہوتی جاتی ہے، اسی قدر ثواب کم ہوتا جاتا ہے۔ (دیکھو حدیث نمبر ۳،۴،۵،۶)۔

پس یہ وجہ یہاں بعینہ یہاں موجود ہے کہ مجمع میں جانا، مردوں پر نظر پڑنا، دن اور روشنی کا وقت ہونا، یہ سب باتیں پائی جاتی ہیں۔ پس ان حدیثوں میں عید کی نماز کا استثناء موجود نہیں ہے۔

دوم یہ کہ جمعہ اور نماز ہائے پنجگانہ فرض نمازیں ہیں اور ان کی جماعتوں میں حاضر ہونا عورت کے لئے بہتر اور افضل نہیں تو عید جو فرض نہیں، اس میں حاضر ہونا کیونکر افضل و اولی ہوسکتا ہے؟

سوم یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عیدین میں جانے والی عورتوں کے لئے کوئی ترغیب اور فضیلت بیان نہیں فرمائی، جس سے ثابت ہو کہ ان کو عیدین میں جانا مستحب و مستحسن امر ہے۔

صیغہ امر اباحت کے لئے ہے

پس جب کہ امر وجوب کے لئے نہیں اور استحباب کے لئے بھی نہیں، تو لامحالہ اب صرف

رخصت واباحت کے لئے ہوا۔ اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کا صحیح مفہوم یہ ہوا کہ عورتوں کو عیدین میں جانے دو یا جانا چاہیں تو منع نہ کرو؛ کیونکہ ان کے لئے جانا مباح ہے اور اس کے ہم قائل ہی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتوں کا جانا مباح تھا۔

عورتوں کو جماعتوں میں آنے کی جو رخصت واباحت تھی، وہ اب بھی ہے یا نہیں؟

واضح ہو کہ جناب سرور دو عالم فخر بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتوں کو مساجد میں آنے کی اجازت تھی، لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد ہی صحابہ کرام کے سامنے ہی حالت بدل گئی اور فتنہ وفساد و بد نیتی شروع ہوگئی اور خود صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ہی عورتوں کو منع کرنا شروع کر دیا۔ اور ان کی یہ ممانعت خدا اور رسول کے حکم سے ہی ماخوذ تھی، جیسا کہ ناظرین عنقریب ملاحظہ فرمائیں گے۔

اب رخصت باقی نہیں ہے

پس علمائے حنفیہ رحمہم اللہ اس کے قائل ہیں کہ عورتوں کے لئے اب اجازت نہیں ہے کہ وہ جماعتوں میں حاضر ہوں، بلکہ ان کو گھروں میں نماز پڑھنا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں تو افضل اور بہتر تھا، لیکن اب ضروری ہوگیا۔ اس حکم کے لئے مندرجہ ذیل دلائل ہیں:

(۲۹) حدیث-الف

”عائشة رضی الله تعالى عنها قالت: لو أدرك رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ما أحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني إسرائيل“ (۱)

---

(۱) بخاری، كتاب الأذان، باب خروج النساء إلى المساجد بالليل و الغلس ۱/۲۰۳، رقم الحديث: ۸٦۹، مطبوعه: دار العلم ديوبند

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورتوں کی یہ حرکات ملاحظہ فرماتے جوانہوں نے اب ایجاد کی ہیں تو ان کو مسجدوں سے روک دیتے، جیسے کہ بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں''۔

بنی اسرائیل کی عورتوں کا حال

(۳۰) حدیث

”وقد ثبت ذلك من حديث عروة عن عائشة رضى الله تعالى عنها موقوفاً أخرجه عبد الرزاق بإسناد صحيح ولفظه: ”قالت: كن نساء بنى إسرائيل يتخذن أرجلا من خشب يتشرفن للرجال فى المساجد، فحرم الله عليهن المساجد، وسلطت عليهم الحيضة، وهذا وإن كان موقوفاً لكن حكمه حكم الرفع؛ لأنه لا يقال بالرأى“(۱)

(۱) فتح البارى، كتاب الصلوة، باب خروج النساء الى المسجد بالليل و الغلس ۲/ ۳۵۰، مطبوعه: دارالمعرفة بيروت
عون المعبود، كتاب الصلاة، باب ماجاء فى خروج النساء الى المسجد ۲/ ۱۹٤، مطبوعه: دار الكتب العلمية بيروت
نيل الأوطار، باب حضور النساء المساجد وفضل صلاتهن فى بيوتهن ۳/ ۱۵۸، مطبوعه: دارالحديث مصر
زرقانى على موطأ إمام مالك، كتاب الصلاة، باب ماجاء فى خروج النساء إلى المساجد ۱/ ٦٧٥، مطبوعه: مكتبة الثقافية قاهرة

ترجمہ:’’بنی اسرائیل کی عورتوں کا مسجدوں سے روکا جانا، اس حدیث سے ثنا سے جو عبدالرزاقؒ نے صحیح سند کے ساتھ بواسطہ عروہ رضی اللہ تعالی عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے۔اس کے الفاظ یہ ہیں:

’’حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: کہ بنی اسرائیل کی عورتیں لکڑی کے پاؤں بنالیتی تھیں؛ تاکہ ان پر اونچی ہوکر مسجدوں میں مردوں کو جھانکیں،تو اللہ نے ان پر مسجدیں حرام کر دیں اور حیض ان پر مسلط کر دیا گیا‘‘۔اور یہ روایت اگر چہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا پر موقوف ہے،لیکن مرفوع کے حکم میں ہے؛ کیونکہ ایسی بات محض رائے اور قیاس سے نہیں کہی جاتی‘‘

حافظ ابن حجرؒ(۱)، قاضی شوکانیؒ(۲)، علامہ زرقانیؒ شارح موطا امام مالکؒ(۳)، صاحب عون المعبودؒ(۴)،ان سب نے روایت نمبر ۳۰ کو حکماً مرفوع مانا ہے اور صحیح ہونا تسلیم کیا ہے۔پس اس حدیث سے یہ باتیں ثابت ہوتی ہیں:

بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا

بنی اسرائیل کی عورتیں مسجدوں میں نماز پڑھنے آتی تھیں اور انہیں آنے کی اجازت

---

(۱) هـذا وان كان موقوفاً فحكمه حكم الرفع، لأنه لا يقال بالرائ (فتح البارى ۲/ ۳۵۰، مطبوعه: دارالمعرفة بيروت)

(۲) قال الشوكاني: هذا وان كان موقوفاً فحكمه الرفع، لأنه لا يقال بالرائ (نيل الاوطار للشوكانى ۳/ ۱۵۷، مطبوعه: دارالحديث مصر)

(۳) قال الزرقاني:وان كان موقوفاً فحكمه حكم الرفع، لأنه لا يقال بالرائ (شرح الزرقاني على الموطا ۱/ ٦٧٦، مطبوعه: مكتبة الثقافية قاهره)

(٤) قال العظيم آبادي: هذا وان كان موقوفاً لكن حكمه حكم الرفع، لأنه لا يقال بالرائ (عون المعبود ۲/ ۱۹٤، مطبوعه: دارالكتب العلمية بيروت)

تھی، جب انہوں نے یہ حرکت کی کہ لوگوں کو دیکھنے کے لئے لکڑی کے اونچے پاؤں بنا کر جھانکنا شروع کر دیا اور بدنیتی ان میں پیدا ہوئی تو خدا نے ان پر مسجدوں میں آنا حرام کر دیا۔ پس بنی اسرائیل کے لئے خدا کا حکم عورتوں کی بدنیتی اور فساد کے وقت یہ تھا کہ مسجدوں میں آنا ان پر حرام ہے۔

عہد نبوی کے بعد عورتوں کا حال

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث نمبر ۲۹ سے صراحۃً یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد عورتوں نے ایسی حرکتیں ایجاد کی تھیں، جو رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ملاحظہ فرماتے تو یقیناً منع فرما دیتے، جیسے کہ بنی اسرائیل کی عورتیں مسجدوں سے روک دی گئی تھیں۔ پس بدنیتی اور فساد کا پیدا ہونا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے ثابت ہو گیا اور بدنیتی اور فساد پیدا ہونے کے وقت عورتوں پر مسجدوں میں آنے کی حرمت خدا کے اس حکم سے ثابت ہوئی جو بنی اسرائیل کی عورتوں کو دیا گیا تھا۔ پس یقیناً امت محمدیہ کی عورتوں کو بوجہ بدنیتی اور فساد پیدا ہو جانے کے، خدا کے حکم سے مسجدوں میں جانا حرام ہوا۔ یہ اس لئے کہ پہلی امتوں میں جو خداوندی احکام تھے، اگر وہ منسوخ نہ ہوئے ہوں تو ان کی پیروی اور اتباع ہمارے اوپر اسی طرح ضروری اور لازم ہے جیسے کہ اپنی شریعت کی پیروی اور اتباع لازم ہے۔

قال الله تعالی: "فبهداهم اقتده "(۱)

"یعنی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا، کہ ان کی یعنی انبیائے سابقین کی ہدایت یعنی شریعت کی اقتداء کرو"۔

---

(۱) الأنعام: ۹۱

پہلی شریعتوں کی تعمیل کا اصول

(۳۱) حدیث

”فقال ابن عباس رضی الله تعالی عنهما: نبیکم صلی الله تعالی علیه وسلم ممن أمر أن یقتدی بهم“(۱)

ترجمہ: ”حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: کہ تمہارے نبی ان میں سے ہیں جن کو انبیائے سابقین کی اقتداء کا حکم کیا گیا ہے“۔

مگر چونکہ پہلی شریعتوں کی کتابیں محفوظ نہیں، اس لئے ان کی موجودہ کتابوں کے احکام کی تعمیل ہمارے ذمہ اس لئے ضروری نہیں ہے کہ موجودہ احکام کا احکام خداوندی ہونا یقینی نہیں ہے، لیکن جب کسی حکم کو آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بیان فرمادیں، کہ یہ شرائع سابقہ میں سے کسی شریعت کا حکم تھا اور ہماری شریعت میں وہ حکم منسوخ نہ ہوا ہو تو یقیناً اس پر عمل کرنا ہمارے ذمہ اپنی شریعت کے حکم کی طرح ضروری اور لازمی ہے (۲)۔ اور جب کہ

---

(۱) بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله: أولئك الذین هدی الله فبهداهم اقتده ۱۷۳/۲، رقم الحدیث: ٤٦٣٢، دار العلم دیوبند

(۲) ومما یتصل بسنة نبینا علیه السلام شرائع من قبله، والقول الصحیح فیه: أن ماقص الله تعالی أو رسوله منها من غیر إنکار یلزمنا علی أنه شریعة لرسولنا صلی الله تعالی علیه وسلم (الحسامی، بحث السنة ۱/ ۹۲، مطبوعه: میر محمد کتب خانه)

وشرائع من قبلنا تلزمنا إذا قص الله أورسوله من غیر انکار (نورالأنوار، بحث أفعال النبی صلی الله تعالی علیه وسلم، ص: ۲۲۷، مطبوعه: دارالسلام دیوبند)

اس حدیث صحیح سے یہ ثابت ہو گیا کہ فتنہ وفساد کے وقت بنی اسرائیل کی عورتوں پر خدا تعالیٰ نے مسجدوں میں آنا حرام فرما دیا تھا، تو یقیناً یہی حکم امت محمدیہ کی عورتوں کے لئے بھی واجب الاتباع اور خدا کا حکم ہے اور ان پر مسجدوں میں آنا، اسی حکم خداوندی کی بناء پر حرام ہے۔

یہ دلیل نہایت صاف اور واضح ہے اور کسی قسم کا اس میں شک وشبہ نہیں ہے، کیونکہ اس کے اجزاء میں ایسی دو حدیثیں اور ایک آیت قرآنی ہے جو اس مدعا پر نہایت واضح طور سے دلالت کرتی ہے، لیکن ممکن ہے کہ بعض لوگ اس پر یہ شبہ کریں، جو ذیل میں مندرج ہے۔، اس لئے تتمیماً للفائدہ اسے مع جواب کے ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلی شریعتوں کی تعمیل پر شبہ نمبر ا

پہلی شریعتوں کے احکام ہمارے لئے اس وقت واجب الاتباع ہوتے ہیں کہ ہماری شریعت میں ان احکام کے خلاف حکم نہ آیا ہو اور صورت متنازعہ فیہا میں ایسا نہیں ہے، بلکہ ہماری شریعت نے اس حرمت کے حکم کے خلاف عورتوں کو مسجدوں میں آنے کی اجازت دی تو پہلا حکم حرمت کا منسوخ ہو گیا، اس لئے اس حکم سے اب حرمت خروج نساء پر استدلال کرنا، گویا ایک حکم منسوخ سے استدلال کرنا ہے۔

جواب

یہ خیال غلط ہے، کیونکہ اسی حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ بنی اسرائیل کی عورتیں مسجدوں میں نماز پڑھتی تھیں اور ان کے لئے مسجدوں میں آنے کی اجازت تھی؛ لیکن جب انہوں نے بدنیتی اور فساد شروع کیا، اس وقت ان پر مسجدیں حرام ہوئیں تو شریعت بنی اسرائیل کا حکم یہ ہوا کہ وجود فتنہ وفساد کے وقت عورتوں کو مسجدوں میں آنا حرام ہے اور ہماری شریعت نے اس حکم کو منسوخ نہیں کیا۔ رہی عورتوں کے آنے کی اجازت تو وہ بوجہ فتنہ وفساد نہ

ہونے کی تھی، یہ اجازت جو فتنہ وفساد نہ ہونے کے زمانے میں تھی، اس حکم حرمت کی ناسخ نہیں ہوسکتی جو فتنہ وفساد کے وقت کا حکم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں اس بدنیتی اور فساد کا نہ ہونا، جو حکم حرمت وممانعت کی علت ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث نمبر ۲۹ (۱) سے صراحۃً ثابت ہے۔ وہ اس امر میں صریح ہیں کہ آپ کے زمانے میں وہ حرکات فتنہ وفساد پیدا نہ ہوئی تھیں۔ پس اس وقت کی اجازت یقیناً اس حکم حرمت کے مخالف اور اس کی ناسخ نہیں ہوسکتی۔

کیا زمانہ رسالت فتنہ سے مامون تھا؟ شبہ نمبر ۲

یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں فتنہ نہ تھا صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ بعض لوگ عورتوں کو تاکنے کے خیال سے پچھلی صفوں میں کھڑے ہوتے تھے اور بعض متقی اگلی صفوں میں جانا چاہتے تھے؛ تاکہ عورتوں پر ان کی نظر نہ پڑے (۲)۔ جن کے متعلق

"ولقد علمنا المستقدمين منكم ولقد علمنا المستأخرين" (۳)

نازل ہوئی ہے۔ اور ترمذی شریف میں ہے:

---

(۱) عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت: لو أدرك رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ما أحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بنى إسرائيل فقلت لعمرة أو منعن؟ قالت: نعم .(بخاری، كتاب الأذان، باب خروج النساء إلى المساجد بالليل والغلس: ۱/ ۲۰۳، رقم الحديث: ۸٦۹، مطبوعه: دار العلم ديوبند)

(۲) وقال ابن جرير: عن مروان بن حكم أنه قال: كان أناس يستأخرون فى الصفوف من أجل النساء فأنزل الله ولقد علمنا المستقدمين منكم ولقد علمنا المستأخرين. (تفسير ابن كثير الآية: ۲/ ۷۱٦، مطبوعه: دار الاشاعت ديوبند)

(۳) الحجر: ۲٤، ترجمه: تم میں سب جو آگے نکل گئے ہیں، ان کو بھی ہم جانتے ہیں اور جو پیچھے رہ گئے ہیں، ان سے بھی ہم واقف ہیں۔

''کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک صحابی نے ایک عورت سے جبراً زنا کیا اور دوسرا شخص شبہ میں پکڑا گیا اور قریب تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے سنگسار کرنے کا حکم فرمادیں، کہ اصل مجرم نے ایک بے گناہ کو پھنستا ہوا دیکھ کر خود اقرار کیا اور سنگسار کیا گیا''(۱)۔

پس جب کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں اس قسم کے واقعات کا ہونا ثابت ہے تو یہ کہنا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے کہ آپ کے زمانے میں بوجہ امن عن الفتنہ کے اجازت تھی اور بعد میں فتنہ کی وجہ سے ممانعت ہوگئی۔

جواب

بنی اسرائیل کی عورتوں پر مسجدوں کے حرام ہونے کا حکم عورتوں کی بدنیتی کی وجہ سے تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے بھی اپنے قول میں نئی حرکات ایجاد کرنے کی نسبت عورتوں کی طرف کی ہے۔ پس ان دونوں حدیثوں کے ملانے سے یہ بات صاف طور پر معلوم

(۱) عن علقمة بن وائل الكندى عن أبيه أن امراة خرجت على عهد النبى صلى الله تعالى عليه وسلم تريد الصلاة فتلقاها رجل فتجللها فقضى حاجته منها فصاحت، فانطلق ومربها رجل فقالت: إن ذلك الرجل فعل بى كذا و كذاء ومرت بعصابة من المهاجرين فقالت: إن ذلك الرجل فعل بى كذا و كذا، فانطلقوا فأخذوا الرجل الذى ظنت أنه وقع عليها فأتوها فقالت: نعم هو هذا، فأتوا به رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فلما امر به ليرجم، قام صاحبها الذى وقع عليها، فقال: يارسول الله أنا صاحبها، فقال لها: اذهبى فقد غفر الله لك، وقال للرجل قولاً حسناً، وفال للرجل الذى وقع عليها ارجموه، وقال: لقد تاب توبة لو تابها أهل المدينة لقبل منهم.(ترمذى، أبواب الحدود، باب ماجاء فى المرأة التى استكرهت على الزنا ٤٦٣/١ ،رقم الحديث:١٤٣٧ ، مطبوعه دارالعم ديوبند—قال الترمذى: هذا حديث حسن غريب صحيح)

ہوتی ہے کہ جو فتنہ وفساد حکم ممانعت کی علت ہے، وہ عورتوں کی نیت کا فساد ہے اور اس آیت وحدیث سے جو شبہ میں ذکر کی گئی ہے، مردوں کی بدنیتی ثابت ہوتی ہے نہ کہ عورتوں کی۔

عورت اور مرد کی بدنیتی کے نتائج میں فرق

اس لئے یہ واقعات منشائے حکم سے خارج ہیں اور اصل یہ ہے کہ اگر عورت کی نیت پاک صاف ہو تو مردوں کی بدنیتی سے اس قدر جرائم واقع نہیں ہو سکتے جس قدر عورتوں کی جانب سے بدنیتی ہونے کی حالت میں ہو سکتے ہیں؛ اس لئے بنی اسرائیل کی عورتوں میں جب بدنیتی ہوئی، اس وقت حکم حرمت نازل ہوا تھا، اسی طرح امت محمدیہ میں حکم حرمت اس وقت ہوا جب عورتوں میں بدنیتی پیدا ہوئی۔

اگر عورتوں و مردوں کی بدنیتی کے تفاوت سے قطع نظر بھی کر لیا جائے؛ تاہم یہ واقعات موجب شبہ نہیں ہو سکتے،؛ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے زمانے میں ایک دو واقعات کا ہو جانا، آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے زمانے کو فتنہ وفساد کا زمانہ نہیں بنا سکتا۔ فتنہ وفساد کے زمانے سے مراد ایسا زمانہ ہے جس میں اس قسم کے واقعات بکثرت ہونے لگیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ یہ حالت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہوئی تھی۔

ب

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث مذکور سے استدلال کا دوسرا طریق یہ ہے کہ وہ فرماتی ہیں:

”لو أدرك النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ما أحدث النساء بعده لمنعهن المساجد“(۱)

(۱) بخاری، کتاب الأذان، باب خروج النساء إلى المساجد بالليل والغلس ←

ترجمہ: ’’اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورتوں کی یہ حرکت پاتے، جوانہوں نے آپ کے بعد ایجاد کی ہیں تو ضرور ان کو مسجدوں سے روک دیتے‘‘۔

اس حدیث سے صراحۃً یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں عورتوں کی حرکات ناشائستہ کا ظہور نہ ہوا تھا، آپ کے بعد ہوا ہے۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کلام کا مطلب یہ ہوا کہ ان حرکات کے وجود کو حکم ممانعت لازم ہے اور اس لزوم کی تاکید کے لئے لام تاکید داخل کر کے انہوں نے ’’لمنعھن‘‘ فرمایا، یعنی ضرور منع فرمادیتے۔ پس حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس کلام سے وجود حرکات و حکم ممانعت میں لزوم ثابت ہوگیا، اس لئے جب یہ ثابت ہو جائے کہ حرکات ناشائستہ کا وجود ہو گیا ہے تو بحکم لزوم حکم ممانعت خود ثابت ہو جائے گا، ورنہ تلازم صحیح نہیں رہے گا اور خود اسی حدیث سے حرکات ناشائستہ کا وجود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد ثابت ہے۔ پس اس کا لازم یعنی حکم ممانعت خود بخود بحکم تلازم ثابت ہوگیا۔

حافظ ابن حجرؒ کا شبہ نمبر ا

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری میں اس دلیل پر شبہ کیا ہے، کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس قول سے عورتوں کے لئے مطلقاً ممانعت نہیں نکلتی؛ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حکم ممانعت کو ایسی شرط پر معلق کیا ہے جس کا وجود نہ ہوا تو اس حکم ممانعت کا بھی وجود نہ ہوگا؛ کیونکہ انتفائے شرط کو انتفائے مشروط لازم ہے، اس لئے

← ۲۰۳/۱، رقم الحديث: ۸٦۹، مطبوعه: دار العلم ديوبند

مسلم، كتاب الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد ۲۳٦/۱، رقم الحديث: ۹۹۸، مطبوعه: دار العلم ديوبند

التلخيص الحبير كتاب صلاة العيدين ۱۹۳/۲، رقم الحديث: ٦۷۸، مطبوعه: دار الكتب العلمية بيروت

یوں کہا جا سکتا ہے "لم یر فلم یمنع فاستمر الحکم"، یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان حرکات کو نہیں دیکھا؛ اس لئے عورتوں کو منع نہیں فرمایا۔ تو مسجدوں میں آنے کی اجازت ان کے لئے مستمر اور باقی رہی (۱)۔

جواب

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی کا یہ فرمانا تو صحیح ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان حرکات کو نہیں دیکھا، پس منع نہیں فرمایا، لیکن آگے یہ فرمانا "فاستمر الحکم "، محل نظر ہے؛ کیونکہ ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اسی قول سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وجود حرکات کو حکم ممانعت لازم ہے۔ پس حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی کا یہ فرمانا کہ باوجود حرکات ناشائستہ پائے جانے کے اجازت کا حکم مستمر اور باقی ہے، کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ ہاں اگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی اس تلازم کو نہ مانیں، یعنی یہ فرمائیں کہ وجود حرکات ناشائستہ کو ممانعت کا حکم لازم ہی نہیں، جیسے کہ ان کے قول " بناء علی ظن ظنته" سے سمجھا جاتا ہے، تو اس کے دو جواب ہیں۔

اول: یہ کہ ہمیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول سے استدلال کرنا مقصود ہے اور اس قول سے تلازم ثابت ہوتا ہے، یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وجود حرکات ناشائستہ پر حکم ممانعت کو لازم قرار دیتی ہیں اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ اسے نہیں مانتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خیال اور گمان بتاتے ہیں۔ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ

---

(۱) و تمسك بعضهم بقول عائشة رضی الله تعالی عنها فی منع النساء مطلقاً، و فيه نظرٌ اذلا يترتب علی ذلك تغير الحكم لأنها علقته علی شرط لو يوجد بناءً علی ظن ظنته، فقالت: لو رأی لمنع، فيقال عليه لم ير ولم يمنع فاستمر الحكم (فتح الباری ، كتاب الصلوة، باب خروج النساء الی المساجد بالليل و الغلس ۳۴۹/۲، مطبوعه: دار المعرفة بيروت)

تعالیٰ عنہا کے قول سے استدلال کرتے ہیں نہ کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے سے۔

دوسرے یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وجود حرکات ناشائستہ پر حکم ممانعت کو جو لازم بتایا ہے، یہ صرف ان کا خیال اور گمان نہیں ہے، بلکہ وہ اسے خدا کا حکم سمجھتی ہیں اور ان کے پاس بنی اسرائیل کی عورتوں والی روایت اس کی زبردست دلیل موجود ہے۔

پس جب کہ یہ بات ثابت ہوگئی کہ وجود حرکات ناشائستہ اور حکم ممانعت میں لزوم ہے تو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ حرکات نہیں دیکھیں اور منع نہ فرمایا، اس لئے حکم اجازت مستمر اور باقی ہے، کسی طرح صحیح نہیں۔ اور اس کی مثال یہ ہے کہ شیرہ انگور جب تک اس میں نشہ پیدا نہ ہوا ہو، اس کے متعلق یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ "لو کان مسکراً لحرم شربه" یعنی اگر یہ مسکر ہوتا تو اس کا پینا حرام ہوتا۔ لیکن اگر کوئی کہے "لم یکن مسکراً فلم یحرم فاستمر الحکم" تو یہ کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا یعنی چونکہ مسکر نہیں تھا، اس لئے حرام نہیں ہے اور حکم حلت مستمر اور باقی ہے، یعنی وجود سکر (ملزوم) کے بعد بھی حکم حلت باقی ہے اور حکم حرمت (لازم) متحقق نہیں ہوا۔ یہ ہرگز صحیح نہیں۔

حافظ ابن حجرؒ کا شبہ نمبر۲

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس دلیل پر یہ بھی شبہ کیا ہے کہ اگر وجود فتنہ کو حکم حرمت لازم ہوتا تو خدا کو تو معلوم تھا کہ فتنہ پیدا ہونے والا ہے، اس نے حکم حرمت کیوں نہیں بھیجا۔(۱)

---

(۱) وأيضاً فقد علم الله سبحانه ما سيحدثن فما أوحى إلى نبيه بمنعهن (فتح الباری، کتاب الصلوۃ، باب خروج النساء الی المساجد باللیل و الغلس ۲/۳۴۹، مطبوعہ: دارالمعرفۃ بیروت)

جواب

خدا کو بے شک معلوم تھا کہ فتنہ پیدا ہونے والا ہے، لیکن پیدا تو نہ ہوا تھا۔ اور پیدا ہونے سے پہلے اس کا حکم بھیج دینا لازم نہیں، ورنہ احکام وقتیہ میں سے کوئی بھی حکم حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی کے اس اعتراض سے نہیں بچ سکتا، مثلاً: تیمّم کا حکم اس سفر میں نازل ہوا جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی شکایت کی گئی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کو برا بھلا بھی کہا اور تکلیف بھی پہنچائی، اس کے بعد حکم تیمّم نازل ہوا(۱)۔ تو اگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی سے کوئی کہے کہ خدا کو تو معلوم تھا کہ ایسی ضرورتیں پیش آئیں گی کہ پانی نہ ملے گا، اس نے پہلے سے حکم تیمّم کیوں نازل نہ کر دیا تھا؟

---

(۱) عن عائشة رضی الله تعالی عنها زوج النبی صلی الله تعالی علیه وسلم قالت: خرجنا مع رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم فی بعض أسفاره حتی إذا کنا بالبیداء أو بذات الجیش، انقطع عقد لی فأقام رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم علی التماسه وأقام الناس معه ولیسوا علی ماء فأتی الناس إلی أبی بکر الصدیق رضی الله تعالی عنه، فقالوا ألا تری ما صنعت عائشة! أقامت برسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم والناس ولیسوا علی ماء ولیس معهم ماء، فجاء أبوبکر – رضی الله تعالی عنه– ورسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم واضع رأسه علی فخذی قد نام، فقال حبست رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم والناس لیسوا علی ماء ولیس معهم ماء، فقالت عائشه فعاتبنی أبو بکر – رضی الله تعالی عنه –: وقال ماشاء الله أن یقول وجعل یطعننی بیده فی خاصرتی فلا یمنعنی من التحرك إلا مکان رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم علی فخذی فقام رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم حین أصبح علی غیر ماء فأنزل الله عزوجل آیة التیمم (بخاری، کتاب التیمم۱/ ۱۲٤، رقم الحدیث: ۳۳٤، مطبوعه: دار العلم دیوبند)

اسی طرح ہزاروں احکام ہیں، جو خاص خاص وقتوں میں اسباب خاصہ کے وجود کے بعد نازل ہوئے ہیں، ان سب پر یہی شبہ ہوگا تو جو جواب حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ ان کا دیں گے، وہی ہم ان کے اس اعتراض کا دیں گے۔

دوسرے یہ کہ بے شک وجود فتنہ کا خدا تعالی کو علم تھا اور وہ حکم حرمت بھی نازل فرما چکا تھا، یعنی بنی اسرائیل کی عورتوں پر مسجدوں کو حرام کر چکا تھا اور وہی حکم ہمارے لئے بھی حکم تھا؛ اس لئے جداگانہ حکم نازل فرمانے کی ضرورت نہ تھی، بلکہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا اس حکم سابق کو ہمارے لئے نقل کر دینا کافی تھا۔(۱)

حافظ ابن حجرؒ کا شبہ نمبر ۳

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی نے یہ بھی شبہ کیا ہے کہ اگر فتنہ کی وجہ سے حکم ممانعت لازم بھی ہو، جب بھی انہیں عورتوں کے لئے ہونا چاہئے جو بدنیتی اور فتنہ کی مرتکب ہوں، تمام عورتوں کو منع کرنا صحیح نہیں (۲)۔

جواب

جب کہ عورتوں میں بدنیتی اور فساد پیدا ہو جائے تو پھر اس کی تحقیق کرنا کہ کس میں بدنیتی اور فساد ہے، مشکل بلکہ تقریبا محال ہے۔ اگر بعض عورتوں کے لئے اجازت رہی تو تمام عورتیں اس حیلے سے سکتی ہیں کہ ہمارے اندر بدنیتی نہیں اگر مسجدوں کے دروازوں پر محتسب

---

(۱) إن ماقص الله تعالى أو رسوله منها من غير إنكار يلزمنا أنه شريعة لرسولنا صلى الله تعالى عليه وسلم (حسامی، بحث السنة، ۹۲، مطبوعه: میر محمد کتب خانه)

(۲) وأيضاً فالإحداث إنما وقع من بعض النساء لا من جميعهن فإن تعين المنع فليكن لمن أحدثت (فتح الباری، کتاب الصلوة، باب خروج النساء الى المساجد بالليل و الغلس ۲/ ۳۴۹، مطبوعه: دار المعرفة بيروت)

کوڑا لئے ہوئے بھی کھڑا رہے، تاہم وہ نیک نیت اور بدنیت عورت میں امتیاز نہیں کر سکتا؛ کیونکہ بدنیتی اور بدخیالی ایک باطنی امر ہے جس پر کسی کو سوائے علام الغیوب کے اطلاع نہیں ہو سکتی (۱)، تو ایسی حالت میں خاص بدنیت عورتوں کو روکنے کی کوئی سبیل نہیں، اس لئے "سداً للباب" تمام عورتیں حکم کراہت میں شامل ہونی ضروری ہیں؛ تاکہ اس فتنہ کا پورا دروازہ بند ہو جائے اور اس کی نظیر شریعت میں یہ ہے کہ منافق اور یہودی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر "راعنا" کہتے تھے اور خلاف ادب معنی مراد لیتے تھے اور مخلص مسلمان بھی راعنا کہتے تھے، ان کی مراد یہ ہوتی تھی کہ ہماری طرف دیکھئے، یہی معنی صحیح اور درست تھے، لیکن چونکہ اس لفظ کے استعمال کرنے میں منافقین اور یہود کو بے ادبی اور گستاخی کا موقع ملتا تھا اور بظاہر کوئی صورت اس کی نہ تھی کہ صرف گستاخی کی نیت سے کہنے والوں کو روکا جائے، اس لئے عموماً مسلمانوں کو اس لفظ کے استعمال سے خدا تعالیٰ نے منع فرمادیا

"یا أیها الذین امنوا لا تقولو راعنا وقولوا انظرنا"(۲).

پس اسی طرح یہاں بھی جب کہ بدنیت اور نیک نیت عورتوں میں امتیاز مشکل ہے، اس لئے سداً للباب تمام عورتوں کو روکنا ضروری ہے اور بنی اسرائیل کی عورتوں والی روایت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے، کہ عموماً عورتوں پر مسجدیں حرام کردی گئی تھیں، اس لئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ شبہ بھی صحیح نہیں۔

(۳۲) حدیث-ج

"عن عبد الله بن مسعود رضی الله تعالی عنه قال: کان الرجال والنساء من بنی إسرائیل یصلون جمیعاً، فکانت المرأة إذا کان

---

(۱) قال الله تعالی: إنه علیم بذات الصدور (هود: ٥)

(۲) البقرة: ١٠٤، ترجمه: ایمان والو (رسول الله صلی الله علیه و سلم سے مخاطب هوکر) راعنا نه کها کرو اور انظرنا که دیا کرو۔

لهـا خـلـيـل تلبس القالبين تطول بهما لخليلها، فألقى الله عليهن الـحيـض، فـكـان ابـن مسـعـود رضى الله تعالى عنه يقول: أخر جوهن من حيث أخرجهن الله".

وقال (الهيثمى) رجاله رجال الصحيح (١)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل کے مرد اور عورتیں ساتھ ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے اور جب کسی عورت کا کوئی یار ہوتا تو وہ لکڑی کے پاؤں پہن کر آتی؛ تا کہ اونچی ہو جائے اور یار کو دیکھنے کا موقع ملے تو خدا نے ان عورتوں پر حیض ڈال دیا۔ پھر ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے اور عورتوں کو مسجدوں سے نکالو جس طرح خدا نے انہیں نکالا ہے''

حافظ ہیثمی نے فرمایا: کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں''۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ عورتوں کو مسجد سے نکال دیتے تھے

(٣٣) حدیث

"وعـن أبـي عـمـرو الشيبـانـي انه راى عبد الله يخرج النساء من المسجد يوم الجمعة، ويقول: اخرجن إلى بيوتكن خير لكن" مجمع الزوائد وقال: رجاله موثقون (٢).

(١) مـجـمـع الـزوائـد، كتـاب الـصـلاة، بـاب خروج النساء الى المساجد ١٢١/٢، رقم الحديث: ٢١٢٠، مطبوعه: دار الكتب العلمية بيروت

(٢) مـجـمـع الـزوائـد، كتـاب الـصـلاة، باب خروج النساء إلى المساجد: ١٢١/٢، رقم الحديث: ٢١١٩، مطبوعه: دار الكتب العلمية بيروت

ترجمہ:''ابوعمر شیبانی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ جمعہ کے روز عورتوں کو مسجد سے نکالتے تھے اور فرماتے تھے کہ نکلو، اپنے گھروں کو جاؤ، یہ تمہارے لئے بہتر ہے''۔حافظ ہیثمیؒ نے فرمایا:'' کہ اس کے راوی معتبر ہیں''۔

ان روایتوں سے یہ باتیں صراحۃً معلوم ہوئیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عورتوں کو جماعت جمعہ میں مسجد سے نکالتے تھے،لوگوں کو فرماتے تھے کہ عورتوں کو مسجد سے نکالو، بنی اسرائیل کی عورتوں کا واقعہ بیان کر کے کہ وہ بوجہ بدنیتی اور فساد کے مسجدوں سے نکالی گئیں، مسلمانوں کو بھی وہی حکم دیتے ہیں اور اس کو خدا تعالیٰ کا حکم قرار دیتے ہیں۔

پس چونکہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت نمبر ۳۲ بھی حکماً مرفوع ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کے قریب المعنی ہے اور اسناد بھی اس کی معتبر ہے، جیسا کہ حافظ ہیثمیؒ نے اس کی تصریح فرمادی؛ اس لئے ان دونوں حدیثوں سے یہ بات صراحۃً ثابت ہوگئی کہ عورتوں میں بدنیتی اور فساد پیدا ہونے کے وقت خدا تعالیٰ نے انہیں مسجدوں سے نکالنے کا حکم دیا ہے، پس ان کے لئے مساجد میں آنا مکروہ تحریمی ہوا۔

مساجد میں عورتوں کے آنے کو مکروہ سمجھنے والے

صحابہ، تابعین، ائمہ مجتہدین اور فقہائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اس کے بعد اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک کے بعد مساجد میں عورتوں کے آنے کو مکروہ سمجھنے والے یا منع کرنے والے کون کون صحابہ و تابعین وائمہ مجتہدین وفقہاء ومحدثین ہیں۔

(۳۴) حدیث

حضرت عمرؓ کی رائے

”عن ابن عمر رضی الله تعالی عنهما، قال: كانت امرأة لعمر – رضی الله تعالی عنه – تشهد صلاة الصبح والعشاء فی الجماعة فی المسجد، فقيل لها: لم تخرجين؟ وقد تعلمين أن عمر – رضی الله تعالی – عنه يكره ذلك ويغار، قالت: فما يمنعه أن ينهانی؟ قال: يمنعه قول رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: لا تمنعوا أماء الله مساجد الله“(۱)

ترجمہ: ”حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بیوی عشاء اور فجر کی نماز کے لئے مسجد میں جاتی تھیں تو ان سے کہا گیا کہ تم کیوں جاتی ہو؟ حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہارے جانے کو مکروہ سمجھتے ہیں اور انہیں غیرت آتی ہے، انہوں نے فرمایا تو پھر وہ مجھے منع کیوں نہیں کر دیتے؟ لوگوں نے کہا، کہ منع کرنے سے انہیں ارشاد نبوی مانع ہے، کہ خدا کی بندیوں کو خدا کی مسجدوں سے نہ روکو“۔

---

(۱) بخاری، كتاب الجمعة، باب هل على من لا يشهد الجمعة الخ ۱/۲۰۷، رقم الحديث: ۹۰۰، مطبوعه: دارالعلم ديوبند

كنز العمال، كتاب الصلوة، إذن النساء للصلاة ۸/۳۲۵، رقم الحديث: ۲۳۱۲۹، مطبوعه: مؤسسة الرسالة

المصنف لابن أبی شيبة، كتاب الصلاة، باب من رخص للنساء فی الخروج إلی المسجد ۵/۱۹۸ ،مطبوعه: المجلس العلمی

اس روایت سے صراحۃً یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح کی اور عشاء کی نماز میں بھی عورتوں کے مسجد میں جانے کو مکروہ سمجھتے تھے اور غیرت کرتے تھے اور ان کی یہ غیرت یقیناً خوف فتنہ کی وجہ سے تھی، جس کو حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ ''غیرت محمودہ'' فرماتے ہیں (۱)۔

حضرت عمرؓ کی خاموشی کی وجہ

مؤطا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ میں یہ روایت اس طرح ہے کہ جب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بیوی ان سے مسجد میں جانے کی اجازت مانگتیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش ہوجاتے تھے۔(۲)

لیکن بخاری کی اس روایت میں یہ تصریح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خاموشی رضامندی کی وجہ سے نہ تھی، بلکہ کراہت و ناخوشی کی وجہ سے تھی۔

اسی طرح علامہ زرقانی شرح مؤطا میں سکوت کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ناخوشی ہی بیان فرماتے ہیں۔

"فیسکت لانه کان یکره خروجها للصبح والعشاء"(۳)

---

(۱) إذا استأذنت امرأة أحدكم إلى المسجد فلا يمنعها، وبين ما حكم به جمهور الصحابة من منعهن إذ المنهى عنه الغيرة التى تنبعث من الأنفة دون خوف الفتنة، والجائز من الغيرة مافيه خوف الفتنة(حجة الله البالغة ٢/٨٨، مطبوعه: حجاز ديوبند)

(۲) عن عاتكة بنت زيد ....امرأة عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه أنها كانت تستأذن عمر بن الخطاب إلى المسجد فيسكت (موطا لإمام مالك، باب خروج النساء إلى المساجد٦٩، مطبوعه: دار العلم ديوبند)

(۳) زرقانى، كتاب الصلاة، باب ماجاء فى خروج النساء إلى المساجد: ١/٦٧٥، مطبوعه: مكتبة الثقافة قاهره

رہا یہ شبہ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر مکروہ سمجھتے تھے تو منع کیوں نہ فرماتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قصہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی عاتکہ بنت زیدؓ کا ہے، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے نکاح کرتے وقت یہ شرط کرلی تھی کہ مجھے مسجد میں نماز کے لئے جانے سے نہ روکیں (۱)؛ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ منع تو نہ فرماتے تھے کہ خلاف عہد نہ ہو، مگر جانے سے ناخوش ضرور ہوتے تھے اور مکروہ سمجھتے تھے۔

حضرت عمرؓ کی شرط پر اعتراض

اگر یہ شبہ ہو کہ جب ان کے نزدیک جانا مکروہ تھا تو نکاح کے وقت اس شرط پر ہی کیوں راضی ہوئے تھے؟

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح کے وقت عورتوں کی حالت فتنہ وفساد کے اس درجہ تک نہ پہنچی ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے نکلنے کو مکروہ سمجھتے، اس لئے شرط کرلی، اس کے بعد یہ حالت فتنہ وفساد کی پیدا ہوئی تو وہ مکروہ سمجھنے کے باوجود ایفائے عہد کے خیال سے منع نہ فرماتے تھے اور اس حدیث میں منع نہ کرنے کی جو وجہ مذکور ہے کہ وہ ارشاد نبوی:

”لا تمنعوا إماء الله مساجد الله“(۲)

(۱) ذكر الحافظ في الإصابة :أن عمر رضي الله تعالى عنه لما خاطبها، شرطت عليه أن لا يضربها، ولا يمنعها من الحق، ولا من الصلاة في المسجد النبوي(الاصابة في تمييز الصحابة ۲۲۸/۸، مطبوعه: دارالكتاب العلمية بيروت)

(۲) عن ابن عمرؓ، سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب ماجاء في خروج النساء إلى المسجد ۹٤/۱، رقن الحديث: ٥٦٦، مطبوعه: دارالعلم ديوبند-(قال الهيثمي: عن عمرؓ رجاله رجل الصحيح مجمع الزوائد ۱۱۷/۲، رقم الحديث: ۲۰۹۹، مطبوعه: دارالكتب العلمية بيروت)

کی مخالفت کے ڈر سے منع نہ فرماتے تھے، اس میں اول تو اس کی تصریح نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ وجہ منقول ہے، ممکن ہے کہ لوگوں کا یہ خیال ہو۔

حضرت عمرؓ کے مکروہ سمجھنے کی وجہ

دوسرے اس پر یہ شبہ ہے کہ اگر وہ ارشاد نبوی کی وجہ سے منع نہ فرماتے تھے، تو مکروہ کیوں سمجھتے تھے؟

اصل بات یہ ہے کہ ان کا مکروہ سمجھنا خوف فتنہ کی وجہ سے تھا اور منع نہ کرنا ایفائے عہد کی وجہ سے اور خوف فتنہ کی وجہ سے مکروہ سمجھنا ارشاد نبوی "الا تمنعوا الخ" کے مخالف نہیں ہے۔

امام مالکؒ اور امام ابو یوسفؒ وغیرہ کا قول

"والرابع: أنه مكروه وقد حكاه الترمذى عن الثورى وابن المبارك، وهو قول مالك وأبى يوسف، وحكاه ابن قدامة عن النخعى ويحيى ابن سعيد الانصارى الخ(۱)

ترجمہ: "اور چوتھا قول یہ ہے کہ عورتوں کا عیدین میں جانا مکروہ ہے اور اس قول کو ترمذیؒ نے سفیان ثوریؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، امام مالکؒ اور امام ابو یوسفؒ سے نقل کیا ہے اور ابن قدامہؒ نے ابراہیمؒ اور یحیی بن سعید انصاریؒ سے نقل کیا ہے"۔

شوافع کی رائے

"قال أصحابنا: يستحب إخراج النساء غير ذوات الهيئات والمستحسنات فى العيدين دون غيرهن، وأجابوا عن إخراج

(۱) نیل الأوطار، کتاب العیدین: ۳/۳۴۲، مطبوعه: دارالحدیث مصر

ذوات الخدور والمخبأة بأن المفسدة في ذلك الزمن كانت مأمونة بخلاف اليوم؛ ولهذا صح عن عائشة رضي الله تعالى عنها: لو رأى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ما أحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني إسرائيل. (۱)

ترجمہ: ''ہمارے اصحاب شوافع کہتے ہیں کہ صرف ایسی عورتوں کو جو وضع داراور حسین نہ ہوں، عیدین میں لے جانا مستحب ہے، نہ کہ وضع داراور حسینوں کو۔ اور حدیث میں جو پردہ نشینوں کو لے جانے کا ذکر ہے، اس کا جواب ہمارے اصحاب نے یہ دیا ہے کہ اس زمانے میں فتنہ وفساد سے امن تھا، بخلاف موجودہ زمانے کے اور اسی لئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بسند صحیح یہ ثابت ہے، انہوں نے فرمایا: کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عورتوں کی یہ نئی حرکات ملاحظہ فرماتے تو مسجدوں سے روک دیتے، جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئی تھیں''۔

خلفاء ثلاثہؓ اور امام ابوحنیفہؒ کی رائے

"قال القاضي عياض رحمه الله تعالى: واختلف السلف في خروجهن للعيدين فرأى جماعة ذلك حقاً عليهن، منهم أبو بكر وعلي وابن عمر رضي ا الله تعالى عنهم وغيرهم، ومنهم من منعهن ذلك، منهم عروة والقاسم ويحيى الأنصاري ومالك وأبويوسف رحمهم الله تعالى، وأجازه أبو حنيفة رحمه الله

(۱) شرح مسلم للنووي كتاب العيدين، باب ذكر اباحة خروج النساء في العيدين إلى المصلى الخ: ۱/ ۳۷۷، رقم الحديث: ۲۰۵۲، مطبوعه: دارالعلم ديوبند

تعالی مرة، ومنعه أخری "(۱)

ترجمہ: ''قاضی عیاض نے فرمایا: کہ عورتوں کے عیدین میں جانے کے بارے میں سلف صالحین میں اختلاف ہے، ایک جماعت تو ان کے جانے کو حق سمجھتی ہے، ان میں سے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علی رضی اللہ تعالی عنہ اور عمر رضی اللہ تعالی عنہ وغیرہم ہیں اور دوسری جماعت عورتوں کو عیدین میں جانے سے منع کرتی ہے، ان میں عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ اور یحیی انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک بار اجازت دی اور دوسری بار منع فرمادیا''۔

امام شاہ ولی اللہؒ کی رائے

"ومنها خوف فتنة كامرأة أصابت بخوراً، ولا اختلاف بين قوله صلى الله تعالى عليه وسلم: إذا استأذنت امرأة أحدكم إلى المسجد فلا يمنعها، وبين ما حكم به جمهور الصحابة من منعهن إذ المنهی عنه الغيرة التي تنبعث من الأنفة دون خوف الفتنة، والجائز من الغيرة مافيه خوف الفتنة،وذلك قوله صلى الله تعالى عليه وسلم "الغيرة غيرتان" و حديث عائشة" ان النساء أحدثن "(۲)

(۱) عون المعبود كتاب الصلاة، باب خروج النساء فی العيد:۳/۴۳، مطبوعه: دار الكتب العلمية بيروت

(۲) حجة الله البالغة، اعذار ترك الجماعة ۲/۸۸، مطبوعه: حجاز ديوبند

ترجمہ: ''اوران عذروں میں سے جن کی وجہ سے جماعت میں نہ جانا جائز ہے، خوف فتنہ ہے، جیسے کوئی عورت خوشبو لگا کر جائے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس قول میں کہ جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد جانے کی اجازت طلب کرے تو اسے منع نہ کرو اور جمہور صحابہ کے حکم ممانعت میں کوئی اختلاف نہیں؛ کیونکہ حدیث میں جو منع کرنے سے روکا گیا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ صرف شیخی اور تکبر کی وجہ سے جو غیرت پیدا ہو کر روکنے کا سبب بنتی ہے، یہ غیرت منع ہے اور صحابہ نے جس غیرت کی وجہ سے عورتوں کو روکا، وہ غیرت خوف فتنہ کی وجہ سے ہے اور یہ غیرت جائز ہے اور یہی مطلب ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد'' الغيرة غيرتان'' (۱) کا اور یہی مطلب ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث''إن النساء أحدثن'' کا''۔

ان عبارتوں سے صراحۃً ثابت ہو گیا کہ عورتوں کو نماز پنجگانہ کی جماعتوں اور عیدین سے روکنے والے یا ان کے جانے کو مکروہ کہنے والے مندرجہ ذیل حضرات ہیں:

جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (حدیث نمبر (۲۹، ۳۰) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حدیث نمبر ۳۲، ۳۳)، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حدیث نمبر ۳۴)، سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ (۲)، عبداللہ ابن

---

(۱) وعن عقبة بن عامر الجهنى قال: قال رسول الله – صلى الله عليه وسلم: غيرتان إحداهما يحبها الله – عز وجل – والأخرى يبغضها الله – عز وجل – الغيرة فى الريبة يحبها الله، والغيرة فى غير ريبة يبغضها الله (مجمع الزوائد، باب الغيرة ٤ / ٤٣٠، رقم الحديث: ٧٧٣٤، مطبوعه: دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) ويروى عن سفيان الثورى: أنه كره اليوم الخروج للنساء إلى العيد (ترمذى، كتاب العيدين، باب خروج النساء فى العيدين ١ / ٢٥٥، رقم الحديث: ٥٤٨، مطبوعه: دار العلم ديوبند)

مبارک رحمہ اللہ تعالی(۱) امام مالک رحمہ اللہ تعالی(۲)، امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی(۳)، ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالی (۴)، یحیی بن سعید الانصاری رحمہ اللہ تعالی (۵)، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھانجے عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ(۶)، قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ (۷)، امام

(۱) وروی عن ابن المبارك أنه قال: أكره اليوم الخروج للنساء في العيدين (ترمذی، كتاب العيدين، باب خروج النساء فی العيدين ١/٢٥٥، رقم الحديث: ٥٤٨، مطبوعه: دار العلم ديوبند)

(۲) المالكية قالوا: إن كانت المرأة عجوزاً انقطع منها ارب الرجل جاز لها أن تحضر الجمعة، والا كره لها ذلك، فإن كانت شابة وخيف من حضورها الافتتان بها فی طريقها أو فی المسجد، فإنه يحرم عليه الحضور دفعاً للفساد(الفقه على المذاهب الاربعة١/٣٠١، مطبوعه: زكريا ديوبند)

(۳) وأما النسوة فهل يرخص لهن أن يخرجن فی العيدين أجمعوا على أنه لا يرخص للشواب منهن الخروج فی الجمعة والعيدين وشيء من الصلاة.... ولأن خروجهن سبب الفتنة بلا شك، والفتنة حرام، وما أدى إلى الحرام فهو حرام .وأما العجائز فلا خلاف فی أنه يرخص لهن الخروج فی الفجر والمغرب والعشاء والعيدين، واختلفوا فی الظهر والعصر والجمعة قال أبو حنيفة: لا يرخص لهن فی ذلك وقال أبو يوسف ومحمد يرخص لهن في ذلك(بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع ٢/٢٣٧، مطبوعه: دار المعارف ديوبند)

(٤) عن ابراهيم: يكره خروج النساء فی العيدين (المصنف لابن ابی شيبة ٤/٢٣٤، رقم الحديث: ٥٨٤٣، مطبوعه: ادارة القرآن العلوم الاسلامية كراتشی)

(٥) قال يحيى الأنصاری: لا نعرف خروج المرأة الشابة عندنا فی العيدين (الأوسط فی السنن والإجماع والاختلاف ٤/٢٦٣، مطبوعه: دار طيبه رياض)

(٦) عن هشام بن عروة عن أبيه أنه كان لا يدع امرأة من أهله تخرج إلى فطر ولا إلى أضحى (المصنف لابن ابی شيبة ٤/٢٣٤، رقم الحديث: ٥٨٤٦، مطبوعه: ادارة القرآن العلوم الاسلامية كراتشی)

(٧) عبد الرحمن بن القاسم قال: كان القاسم أشد شيء (على العواتق) ←

ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی (۱)

اس بیان سے ناظرین اچھی طرح سمجھ لیں گے کہ عورتوں کو مساجد اور عیدین میں لے جانے سے روکنے کی ابتداء خود صحابہ کرام کے زمانے سے ہوئی اور ممانعت کا منشاء خدا تعالی کا وہ حکم ہے جو بوقت فتنہ وفساد بنی اسرائیل کی عورتوں کے لئے نازل ہوا تھا اور صحابہ کرامؓ کے زمانے سے آج تک ایک جماعت محدثین وفقہاء کی منع کرتی چلی آتی ہے، جس کی تفصیل گزر چکی۔

عورتوں کی ثواب سے محرومی اور اس کے جوابات

اس مضمون کو دیکھ کر اگر عورتوں کے دل میں یہ مایوسی پیدا ہو کہ وہ مسجد نبوی کے اس ثواب سے محروم رکھی گئیں جو مردوں کے لئے بیان فرمایا گیا ہے:

''کہ ایک نماز پر پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے'' (۲)

تو ان کی تسلی کے لئے دو جواب ہیں:

اول یہ کہ ان کو اس میں کوئی مایوسی نہ ہونی چاہیے، بلکہ خوش ہونا چاہیے کہ خدا تعالی نے ان کے لئے گھر بیٹھے ان کی نماز کو مسجد نبوی کی نماز سے بہتر بنا دیا۔ (دیکھو حدیث

→ لا يدعهن يخرجن فى الفطر والأضحى (المصنف لابن ابى شيبة ٢٣٥/٤، رقم الحديث: ٥٨٤٧، مطبوعه: ادارة القرآن العلوم الاسلامية كراتشى)

(۱) قال ابو حنيفة: لا يرخص لهن فى ذالك (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل فى صلوة العيدين ٢٣٧/٢، مطبوعه: دارالمعارف ديوبند)

(۲) عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: صلوة الرجل فى بيته بصلوة –الى قوله عليه السلام– وصلوته فى مسجدى بخمسين الف صلوة، الحديث(سنن ابن ماجة، كتاب الصلاة، باب ماجاء فى الصلاة فى المسجد الجامع، ١٠٢: ، مطبوعه: دارالعلم ديوبند–قال البوصيرى: هذا اسناد ضعيف ابو الخطاب الدمشقى لا نعرف حاله (مصباح الزجاجة فى زوائد ابن ماجه ١٥/٢، مطبوعه: دالعربية بيروت)

نمبر۴)۔مردوں کو تو کچھ مسافت طے کر کے جانا پڑتا، تو وہ ثواب ملتا اور عورتوں کو گھر کی نماز ہی مسجد کی نماز سے افضل قرار دے دی گئی۔تو عورتوں کے لئے خوشی اور شکریہ کا موقع ہے، نہ کہ رنج و مایوسی کا۔

دوسرے یہ کہ گھروں سے باہر نکلنا اور مجمعوں میں شریک ہوتا، خدا نے مردوں کے لئے مخصوص کر دیا ہے اور اسی طرح جہاد و وعظ و خطبہ و امامت کبری و قضا وغیرہ بہت سے کام میں جو مردوں کے لئے مخصوص ہیں۔

پس جیسے ہی عورتوں کو ان کاموں میں حسب ارشاد خداوندی

”ولا تتمنوا ما فضل الله“(۱)

مردوں کی حرص کرنا ممنوع ہے، اسی طرح جماعت نماز میں یہ خیال نادرست ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کوئی کام کیسا ہی خوشنما اور بظاہر نیک کیوں نہ ہو، لیکن ہمارا حق یہی ہے کہ اپنے خیال کو خدا اور رسول کی مرضی کے تابع رکھیں، جسے خدا اور رسول افضل اور بہتر بتائے، اسی کو افضل اور بہتر سمجھیں۔رسول خدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے عورتوں کی گھر کی نماز کو اپنی مسجد کی اور اپنے ساتھ کی نماز سے افضل اور بہتر فرمایا ہے(۲)۔

پس عورتوں کی اطاعت شعاری اسی میں ہے کہ اس کو افضل اور بہتر سمجھیں اور اپنے اس خیال کو کہ مسجد میں جماعت کا ثواب زیادہ ہوگا، چھوڑ دیں بعض مدعیان عمل بالحدیث لوگوں کو یہ دھوکا دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت کے مقابلے میں

---

(۱) النساء: ۳۲، ترجمہ: اور جن چیزوں میں ہم نے تم کو ایک دوسرے پر فوقیت دی ہے ان کی تمنا نہ کرو۔

(۲) عن أم حمید – رضی الله تعالی عنها ...عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم أنه قال لها: قد علمت أنك تحبین الصلاة معی، وصلاتك فی بیتك خیر من صلاتك فی حجرتك، وصلاتك فی حجرتك خیر من صلاتك فی مسجد قومك وصلاتك فی مسجد قومك خیر من صلاتك فی مسجدی (کنز العمال، کتاب الصلاة، فصل فی حکم خروج النساء إلی المساجد: ۶۷۶/۷، رقم الحدیث: ۲۰۸۷۰، مطبوعه: مؤسسة الرسالة–قال الهیثمی: رواه احمد ←

صحابہ کی ممانعت قابل قبول نہیں ؛ کیونکہ حدیث مرفوع کے مقابلے میں صحابہؓ کا قول حجت نہیں ہوسکتا؛ لیکن یہ ایک دھوکا یا غلط نہیں ہے۔ حدیث مرفوع کے سامنے قول صحابیؓ اس وقت حجت نہیں ہوتا، جب کہ دونوں میں تعارض ہو اور کسی طرح وہ تعارض اٹھ نہ سکے(۱) اور یہاں ایسا نہیں ہے؛ بلکہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی اجازت بوجہ عدم فتنہ کے تھی اور صحابہؓ کی ممانعت وجود فتنہ کی وجہ سے، جیسا کہ حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کی تصریح کردی، پس حدیث مرفوع اور قول صحابہ میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

دوسرے یہ کہ ممانعت صرف صحابہؓ کا قول یا فعل نہیں ہے، بلکہ حدیث نمبر ۵ سے جو حکماً مرفوع ہے، وجود فتنہ کے وقت خدا کی طرف سے حکم ممانعت ثابت ہے اور اس صورت میں حدیث مرفوع صرف قول صحابی سے چھوڑنا لازم نہیں آتا، جیسا کہ فصل سوم میں مفصل گزر چکا ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله محمد واله وأصحابه أجمعين.

کتبه الراجی رحمة مولاه

محمد کفایت اللہ

اوصلہ اللہ غایۃ متمناہ

مدرسہ امینیہ دہلی

یکم ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

← ورجاله الصحيح غير عبد الله بن سويد الانصارى، وثقه ابن حبان (مجمع الزوائد ٢/٣٣ الرقم: ٢١٠٧)، قال الحافظ: اسناد احمد حسن (فتح البارى ٢/٣٤٩ مطبوعه: دارالمعرفة بيروت)

(١) فأما الفقهاء فأكثرهم على أن قول الصحابى حجة فيما لا يخالف الكتاب والسنة ونسب ابن القيم هذا الرأى إلى الأئمة الأربعة وأطال فى الاستدلال له فى كتابه إعلام الموقعين. (أثر تعليل النص على دلالته ١٠٠، مطبوعه: دارالمعالى عمان)

کتابیات

۱ قرآن کریم

۲ ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی متوفی ۲۷۳ھ، دارالعلم دیوبند

۳ ابوداؤد، ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی متوفی ۲۷۵ھ، دارالعلم دیوبند

۴ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، علاء الدین علی الفارسی ۷۳۹ھ، مؤسسۃ الرسالۃ

۵ احیاء العلوم، ابوحامد محمد بن محمد الغزالی ۵۰۵ھ، دارالمعارفہ بیروت

۶ الاستذکار، ابوعمر یوسف بن عبداللہ القرطبی ۴۶۳ھ، دارالکتب العلمیۃ بیروت

۷ اعلاء السنن، مولانا ظفر احمد تھانوی ۱۹۷۴ء، زکریا دیوبند

۸ الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف، ابوبکر محمد بن ابراہیم المنذر ۳۱۹ھ، دارطیبۃ ریاض.

۹ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، احمد بن علی بن حجر العسقلانی ۸۵۲ھ، دارالکتب العلمیۃ

۱۰ البحر الرائق، زین الدین بن ابراہیم المعروف ب ابن نجیم المصری ۹۷۰ھ، زکریا دیوبند

۱۱ بخاری، ابوعبداللہ محمد اسماعیل البخاری الجعفی متوفی ۲۵۶ھ، دارالعلم دیوبند

۱۲ بدائع الصنائع، علاؤالدین الکاسانی ۵۸۷ھ، دارالمعارف دیوبند

۱۳ بذل المجہود فی حل سنن ابی داؤد، خلیل احمد سہارنپوری ۱۳۴۶ھ، مرکز ابی الحسن

۱۴ تراجم علماء اہل حدیث، ملک ابویحیی خان نوشروی، مکتبہ اہل حدیث کراچی

۱۵ الترغیب والترہیب، عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری ۶۵۶ھ، مصطفیٰ مصر

۱۶ ترمذی، محمد بن عیسی بن سورۃ الترمذی متوفی ۲۷۹ھ، دارالعلم دیوبند

۱۷ تفسیر ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر ۷۷۴ھ، دارالاشاعت دیوبند

۱۸ تفسیر القرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی ۶۷۱ھ، دار الکتب المصریۃ
۱۹ التلخیص الحبیر، احمد بن علی بن حجر العسقلانی ۸۵۲ھ، دار الکتب العلمیۃ
۲۰ تمہید، ابو عمر بن عبد البر القرطبی ۴۶۳ھ، مؤسسۃ الفرقان لندن،
۲۱ الثقات، ابو حاتم محمد بن حبان ۳۵۴ھ، دائرۃ المعارف حیدر آباد
۲۲ جماعت اہل حدیث کی صحافتی خدمات، العزۃ یونیورسل بنارس
۲۳ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، احمد بن محمد الطحطاوی ۱۲۳۱ھ، دار الکتاب دیوبند
۲۴ حجۃ اللہ البالغۃ، شاہ ولی اللہ دہلوی ۱۱۷۶ھ، حجاز دیوبند
۲۵ الحسامی، حسام الدین محمد بن محمد ۶۴۴ھ، میر محمد کتب خانہ،
۲۶ خیر القرون کی درس گاہیں، قاضی اطہر مبارکپوری، ادارہ اسلامیات کراچی
۲۷ الدر المختار، علاء الدین الحصکفی ۱۰۸۸ھ، اتحاد دیوبند
۲۸ رمز الحقائق، بدر الدین العینی ۸۵۵ھ، ادارۃ القرآن کراچی
۲۹ روح المعانی، شہاب الدین محمود بن عبد اللہ الآلوسی ۱۲۷۰ھ، زکریا دیوبند
۳۰ زرقانی، محمد بن عبد الباقی الزرقانی ۱۱۲۲ھ، مکتبۃ الثقفیۃ قاہرۃ
۳۱ السنن الکبری، ابو بکر احمد بن حسین بن علی البیہقی ۴۵۸ھ، در الکتب العلمیۃ بیروت
۳۲ شرح سنن ابی داؤد، بدر الدین العینی ۸۵۵ھ، مکتبۃ الرشد ریاض
۳۳ صحیح ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان ۳۵۴ھ، دار ابن حزم بیروت
۳۴ عمدۃ القادری، بدر الدین العینی ۸۵۵ھ، دار احیاء التراث العربی بیروت
۳۵ عون المعبود، محمد اشرف بن امیر العظیم آبادی ۱۳۲۹ھ، دار الکتب العلمیۃ
۳۶ الفتاوی العالمگیری، جماعت علماء، اتحاد، دیوبند
۳۷ فتح الباری، احمد بن علی بن حجر العسقلانی ۸۵۲ھ، دار المعرفہ بیروت

۳۸ الفتح الربانی، عبدالقادر جیلانی ۵۶۱ھ، منشورات الجمل

۳۹ الفقہ علی المذاہب الأربعة، عبدالرحمٰن بن محمد عوض الجزیری ۱۳۶۰ھ زکریا دیوبند

۴۰ فیروز اللغات، مولوی فیروز الدین، دار الکتاب دیوبند

۴۱ قاموس الفقہ، خالد سیف اللہ رحمانی، نعیمیہ دیوبند

۴۲ الکاشف عن حقائق السنن للطیبی شرف الدین الحسین بن عبداللہ الطیبی ۷۴۳ھ، نزار مصطفیٰ الباز مکہ

۴۳ کتاب الام، محمد ادریس الشافعی ۲۰۴ھ، دار المعرفة بیروت،

۴۴ کنز العمال، علاؤالدین علی البرہانپوری الشہیر بالمتقی الہندی ۹۷۵ھ، مؤسسة الرسالة

۴۵ لامع الدراری، رشید احمد الگنگوہی ۱۳۲۳ھ، مکتبہ امدادیہ مکہ

۴۶ لمعات التنقیح، عبدالحق بن سیف الدین دہلوی ۱۰۵۲ھ، دار النوادر دمشق

۴۷ مجالس الابرار، شیخ احمد الرومی، حقانیہ پشاور

۴۸ مجمع الزوائد، الحافظ نور الدین علی بن ابی بکر بن سلیمان الہیثمی المصری ۸۰۷ھ دار الکتب العلمیة بیروت

۴۹ مسلم، ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری متوفی ۲۶۱ھ، دار العلم دیوبند

۵۰ مشکوۃ المصابیح، محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی متوفی ۷۳۷ھ، تھانوی دیوبند

۵۱ مصباح الزجاجة، ابوالعباس شہاب الدین احمد البوصیری ۸۴۰ھ، دار العربیة

۵۲ المصنف لابن شیبة، ابوبکر عبداللہ بن محمد ابی شیبہ ۲۳۵ھ، ادارۃ القرآن کراچی

۵۳ المعجم الاوسط، الامام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی ۳۰۶ھ، دار الکتب العلمیة بیروت

۵۴ مسند احمد، امام احمد بن حنبل ۲۴۱ھ، مؤسسة الرسالة

۵۵ مرقاۃ المفاتیح، علی بن محمد ابوالحسن نور الدین ملا علی قاری ۱۰۱۴ھ، زکریا دیوبند

۵۶ الموسوعة الفقهية، جماعت علماء، مملكة كويت

۵۷ المعجم الكبير، الامام ابوالقاسم سليمان بن احمد الطبرانی ۳۰۶ھ، دارالکتب العلمية بیروت

۵۸ مؤطا امام مالک، مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ، دارالعلم دیوبند

۵۹ نورالانوار، احمد المعروف بملا جیون الصدیقی ۱۱۳۰ھ، دارالسلام دیوبند

۶۰ نیل الاوطار، محمد بن علی شوکانی ۱۲۵۰ھ، دارالحدیث مصر

۶۱ الهداية، علی بن ابی بکر المرغینانی ۵۹۳ھ، تھانوی دیوبند

۶۲ تذکرہ علماء ہندوستان، سید محمد حسین بدایونی، ادارہ فکر اسلامی دہلی

۶۳ مفتی کفایت اللہ ایک مطالعہ، ابوسلیمان شاہجہانپوری، فرید بکڈ پو دہلی

۶۴ تاریخ دارالعلوم دیوبند، محبوب رضوی، مکتبہ دارالعلوم دیوبند،

تاریخ وتحقیق سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لئے
دارالترجمۃ والتحقیق ٹانڈہ کی اہم پیش کش

مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی
اور
ریاست رامپور

اس تحقیقی کتاب میں ریاست رامپور اوراس کے نوابین کی مختصر تاریخ اور ریاست کے ہندوستانی حکومت میں انضمام کی کہانی اوراس وقت ریاست کے لئے خصوصی درجہ کے مطالبہ میں جمعیت علما ہند خصوصاً مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کی مساعی جمیلہ اور عالمگیر شہرت یافتہ ادارہ مدرسہ ''عالیہ'' کے قدیم نصاب کی تفصیل اور جدید نصاب کی ترتیب میں مجاہد ملت کی شرکت کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، جس سے ہمارے اکابر کی سیاسی سمجھ بوجھ اور علمی تبحر وتعمق کا پتہ چلتا ہے۔

اس کتاب میں معتبر ومستند حوالہ جات کا اہتمام کیا گیا ہے اور کتاب کے ضمن میں مذکور شخصیات واماکن کا تعارف پیش کیا گیا ہے جن کی تعداد سو سے زائد ہے اور جس سے اعتبار واستناد میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔

مرتب
مفتی سعید الظفر قاسمی
استاد حدیث ومفتی جامعہ اشرفیہ روضۃ العلوم ٹانڈہ

مفتی ابوالقاسم نعمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند

اس مقالہ میں جناب مفتی سعید الظفر قاسمی نے حضرت مجاہد ملتؒ کے ان بعض اہم کارناموں کو تحقیق و تفتیش اور جمع و ترتیب کے ذریعہ اجاگر کیا ہے جن سے عام طور پر لوگ ناواقف ہیں۔ حوالہ جات پر نظر ڈالنے سے محسوس ہوتا ہے کہ صاحب مقالہ نے اس سلسلے میں کافی محنت کی ہے، اور باذوق قارئین کے لیے ایک بہترین تاریخی و معلوماتی تحفہ تیار کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس محنت کو ملت کے لیے نافع اور مفید بنائے، اور مرتب کتاب کی خدمات کو قبول فرمائے۔

مولانا محمود مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ موصوف نے اس کی تالیف میں بڑی عرق ریزی سے کام لیا ہے اور عالمانہ طریقے سے حوالہ جات جمع کئے ہیں۔ خاکسار مفتی صاحب کی اس کاوش پر بصد خلوص مبارکباد پیش کرتا ہے اور دعا ہے کہ اللہ رب العزت اسے شرف قبولیت سے نوازیں اور اس کو منظر عام پر لانے والوں کو جزائے خیر مرحمت فرمائیں (آمین)

پروفیسر ڈاکٹر شریف حسین قاسمی، دہلی یونیورسٹی

ایک سو تیرہ عنوانات کے تحت لکھی جانے والی یہ کتاب دراصل ریاست رام پور کے قیام سے آزاد ہندوستان میں اس کے انضمام اور اس کے فوری بعد تک کے تمام ہی پہلوؤں پر اجمالی روشنی ڈالتی ہے، مفتی صاحب نے دستیاب تمام ہی متعلق مآخذ سے استفادہ کیا ہے اور اپنے حواشی میں ان کا حوالہ دیا ہے، مجھے اس کتاب کے مطالعے کے بعد نہایت خوشی ہوئی کہ ہمارے روایتی مدارس کے ایک فارغ اور فاضل اور پھر استاذ کو جدید تحقیق کے اصولوں اور اس کے ماحصل نتائج کو ایک خاص نظم، انضباط اور منطقی طریقہ پر تدوین کے زاویوں سے کما حقہ واقفیت حاصل ہے اور وہ انہیں بروئے کار لانے میں بھی ماہرانہ لیاقت کے حامل ہیں۔

ناشر:

دارالترجمة والتحقيق

ٹنڈولہ ٹانڈہ، رامپور